شیعہ کے
مروّجہ ماتم
کی حرمت

تحریر: محمد ضیاء الحق چوہان
(گولڈ میڈلسٹ)
ایم اے شریعہ، ایم اے تاریخ، ایم فل مطالعہ پاکستان

مجاہدِ اہلِ سنت پبلی کیشنز گوجر خان
0312 5055259
WEB EDITION

شیعہ کے

مروّجہ ماتم

کی حرمت

تحریر

صاحبزادہ محمد ضیاء الحق قادری رضوی

﴿ایم اے شریعہ، ایم بی اے﴾ (گولڈ میڈلسٹ)

ناشر

مجاہدِ اہلِ سنت پبلی کیشنز

(انٹرنیٹ ایڈیشن)

درودِ رَضویہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

صَلاۃً وَّسَلاماً عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

شیعہ کے مروّجہ ماتم کی حرمت

تحریر: صاحبزادہ محمد ضیاء الحق قادری رضوی

اشاعت اول:

ناشر:

ملنے کا پتہ:

انتساب

گلِ چمنستانِ اعلیٰ حضرت

نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشینِ مفتیٔ اعظم ہند، شہزادۂ مفسرِ اعظم ہند

قاضی القضاۃ فی الہند، فخرِ ازہر، تاج الشریعہ

حضور سیدی وسندی ومرشدی

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان** قادری الازہری بریلوی

آستانہ عالیہ بریلی شریف

خاکِ مدینہ ونجف

صاحبزادہ محمد ضیاء الحق قادری رضوی

(2012ء)

فہرست مضامین

تقریظ شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری مدظلہ	صفحہ نمبر 3
پسِ منظر	5
حضرت آدم علیہ السلام پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	7
حضرت نوح علیہ السلام پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	9
حضرت داؤد علیہ السلام پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	10
حضرت یوسف علیہ السلام پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	12
قرآنِ مجید سے ماتم کی حرمت کا بیان	12
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے صبری کے الزام کا رد	15
ماتمِ حسین کے استثناء کا رد	17
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	21
حضرت یعقوب علیہ السلام پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	25
سورۃ النساء-148 کی غلط تاویل کا رد	28
سورۃ المائدہ-83 کی غلط تاویل کا رد	30
حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	32
جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	35
حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	38
حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	40
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	41
انصارِ مدینہ رضی اللہ عنہم پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	41
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر ماتم کی تہمت کا رد	45
حضرت سلمان بن صخر رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	46

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ماتم کرنے کی تہمت کا رد	48
حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے عمل سے ماتم کے جواز کا رد	50
حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر ماتم کرنے اور حضرت امام زین العابدین وامام باقر رضی اللہ عنہما پر ماتم کرانے کی تہمت کا رد	54
نبی کریم ﷺ کی وصیتیں	56
ماتم کا بانی کون؟	57
شیعہ حضرات کے ضمیر پر سوالیہ نشان	59
پروفیسر ڈاکٹر موسیٰ الموسوی شیعی اور ماتم	60
کالا لباس اور کالا جھنڈا ائمۂ اہلِ بیت کی نظر میں	64
ذوالجناح کی حقیقت	68
غیرِ انبیاء وملائکہ کے لئے بالاستقلال صلاۃ وسلام کی ممانعت	72

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ

مفتی پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری دامت برکاتہم العالیہ

﴿بانی وسرپرست ادارہ رحمۃ اللعالمین سرگودھا﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ

وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اَمَّا بَعۡد

ماتم کی رسم ایک نہایت نامعقول رسم ہے۔شیعہ کے لیے ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان کے اپنے ہی بے شمار علماء اور بعض فرقے اس رسم سے منع کرتے ہیں۔ان کے معروف مجتہد محمد حسین ڈھکو نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ سڑکوں پر خون ضائع کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ یہ خون ان لوگوں کو عطیہ کے طور پر دیا جائے جو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہسپتالوں میں خون کے منتظر ہیں۔

اہلِ سنت سے الجھنا ان کے لیے آسان ہے مگر غیر مسلموں کے سامنے یہ لوگ سر نہیں اٹھا سکتے۔
اگر کسی کافر کو کہا جائے کہ مسلمان ہو جاؤ اور تمہیں مسلمان ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں دینا ہوں گی، ان کے خلفاء کو منافق کہنا ہوگا، ان کی ازواجِ مطہرات کو بے حیاء ماننا ہوگا، ہر سال دس محرم کے دن اور اس کے علاوہ بھی بعض دنوں میں اپنی قمیض اتار کر ماتم کرنا ہوگا، زنجیریں مارنا ہوں گی، بال کھولنا ہوں گے اور یہ سارے کام سرِ عام سڑکوں اور بازاروں میں نکل کر کرنا ہوں گے۔اگر یہ سب کچھ نہ کیا تو تم دشمنِ اہلِ بیت، منافق، ناصبی اور بے ایمان کہلاؤ گے۔خدا کے لیے سچ سچ بتائیے! کیا یہ سارے عجائبات سننے کے بعد دنیا کا کوئی بھی کافر اس قسم کا اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا؟

فقیر کسی محکمے میں ملازم تھا۔چین کا ایک وفد محکمانہ ضرورت کے تحت پاکستان آیا۔کچھ دن ٹھہرنے

کے بعد چین کے وفد نے شہر میں سیر وتفریح کے لیے جانے کی اجازت مانگی۔ان کے لیے گاڑی کا بندوبست کردیا گیا اور ایک پاکستانی کو بھی ساتھ بھیجا گیا جوان کی رہنمائی کرے اور انگریزی زبان میں ان کی ترجمانی کرے۔شہر کی طرف نکلے تو راستے میں ہرنئی اور عجیب چیز دیکھ کر چینی ترجمان یہ سوال کرتا تھا کہ What is this? یہ کیا ہے؟ پاکستانی ترجمان ان کی ہر بات کا جواب دے رہا تھا۔اتفاق سے اسی دن شیعہ مذہب کا کوئی ماتمی دن تھا۔گاڑی مین بازار میں داخل ہونے لگی تو راستہ نہیں ملا۔دور سے اونچے اونچے جھنڈے نظر آرہے تھے۔کچھ لوگوں نے قمیصیں اتاری ہوئی تھیں اور اپنے آپ کو مار رہے تھے۔پاکستانی ترجمان نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح گاڑی واپس موڑی جائے تاکہ اسے ان کے کسی سوال کا جواب نہ دینا پڑے۔مگر گاڑی کو راستہ نہ ملا۔آخر چینیوں کی نظر اس حیران کن منظر پر پڑی تو چینی ترجمان چیخ اٹھا What is this? پاکستانی ترجمان کے پسینے چھوٹ گئے۔سنبھل کر بولا Our great leader was died. ہمارے بہت بڑے امام کا وصال ہوگیا تھا۔چینی ترجمان نے پوچھا When? یعنی کب؟ پاکستانی نے کہا Almost fourteen hundred years ago. یعنی تقریباً ۱۴۰۰ سال پہلے۔چینی ترجمان نے فوراً حیران ہوکر پوچھا They have come to know just now? یعنی کیا ان لوگوں کو ابھی ابھی خبر ملی ہے؟ پاکستانی ترجمان کو سخت شرمندگی اٹھانا پڑی اور یہ کہہ کر جان چھڑالی کہ I will explain it later on. یعنی میں اس کی وضاحت بعد میں کروں گا۔

میرے بھائی! مذہب وہی سچا ہے جو غیر مسلموں کا بھی مقابلہ کرسکے۔

حضرت علامہ صاحبزادہ محمد ضیاء الحق قادری رضوی دامت برکاتہم نے نہایت محنت اور تحقیق کے ساتھ کسی ماتمی کے فریب کا پردہ چاک کیا ہے۔یہ رسالہ اہلِ سنت کے لیے اس موضوع پر ایک قیمتی دستاویز ہے۔فقیر نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے البتہ بعض مقامات پر خصوصاً عبارات کا ترجمہ دیکھتے وقت نظر سرسری ہوگئی ہے۔مصنف کی عادت ہے کہ ہمیشہ مضبوط اور تحقیقی بات کو ضبطِ تحریر میں لاتے ہیں۔آپ کی دیگر تصانیف ومضامین بھی اس پر شاہد ہیں۔

اللہ کریم جل شانہ حضرت مصنف دام ظلہ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور اسی طرح تحقیقی انداز میں حق کو واضح کرتے رہنے کی توفیق دے۔آمین۔

فقیر غلام رسول قاسمی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَکَ الۡحَمۡدُ يَا اَللّٰه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡکَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰه

پس منظر

کچھ عرصہ قبل تھانہ چونترہ ضلع راولپنڈی میں ایک شیعہ ذاکر نے ماتم کے عنوان پر خطاب کیا اور اپنے زعمِ باطل میں اہلِ سنت کی مستند کتب سے ماتم کا جواز ثابت کیا۔اس خطاب میں اکابر صحابہ کرام و اہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان کے بارے میں نہایت سوقیانہ زبان استعمال کی گئی اور شیعہ مذہب کے رکنِ اعظم (تبرابازی) کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا جس سے عوامِ اہلِ سنت کے اندر اضطراب اور غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔

شیعہ کے ہاں مروجہ ماتم میں منہ پر طمانچے مارے جاتے ہیں، سینہ پیٹا جاتا ہے، پیٹھ پر چھریاں اور زنجیریں ماری جاتی ہیں، بین کیے جاتے ہیں اور خوب واویلا مچایا جاتا ہے۔آیئے سب سے پہلے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ان امور کے بارے میں سرکارِ ابد قرار شفیعِ یومِ حساب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ارشاد فرماتے ہیں:

عَنۡ عَبۡدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَيۡسَ مِنَّا مَنۡ لَطَمَ الۡخُدُوۡدَ وَ شَقَّ الۡجُيُوۡبَ وَدَعَا بِدَعۡوَی الۡجَاهِلِيَّةِ (صحیح بخاری: کتاب الجنائز باب لیس منا من شق الجیوب، باب لیس منا من ضرب الخدود، باب مایُنھی من الویل ودعوی الجاھلیة عند المصیبة؛ کتاب المناقب باب ما یُنھی من دعوة الجاھلیة۔صحیح مسلم: کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود و شق الجیوب و الدعاء بدعوی الجاھلیة۔جامع ترمذی: کتاب الجنائز باب ما جاء النھی عن ضرب الخدود و شق الجیوب عندالمصیبة۔سنن نسائی: کتاب الجنائز باب دعوی الجاھلیة، باب ضرب الخدود، باب شق الجیوب ۔سنن ابن ماجه: کتاب ما جاء فی الجنائز باب ما جاء فی النھی عن ضرب الخدود و شق الجیوب) ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو منہ پیٹے، گریبان پھاڑے اور دورِ جاہلیت جیسی چیخ و پکار مچائے وہ ہم میں سے نہیں۔''

قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّنْ بَرِیْءَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِیْءَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّآقَّةِ (صحیح بخاری: کتاب الجنائز باب ما یُنهی من الحلق عند المصیبة) ''(حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے) فرمایا کہ اس کام سے میں بھی لاتعلق ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتعلق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چیخنے والی، بال نوچنے والی اور سر پیٹنے والی سے لاتعلق تھے۔''

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَالشَّآقَّةَ جَيْبَهَا وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ (سنن ابن ماجه: کتاب ما جاء فی الجنائز باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود و شق الجیوب) ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرہ نوچنے والی، گریبان پھاڑنے والی اور تباہی و ہلاکت کا شور مچانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔''

شیعہ ذاکر کے پیش کردہ جھوٹے دلائل کے حوالے سے یہاں پر نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ علمائے حقہ کی تحریروں سے استفادہ کرتے ہوئے حقائق کو منظرِ عام پر لایا جا رہا ہے تاکہ عوام اہلِ سنت کا اضطراب دور ہو اور منصف مزاج شیعہ بھی اپنے اصل مذہب سے جو کہ ان کی مستند کتب سے ثابت ہے آگاہ ہو کر اپنے فکر و عمل پر نظرِ ثانی کر سکیں۔ وکیلِ شیعہ کے پیش کردہ تمام تر حوالہ جات جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مبنی تھے اس لیے ہم نے انہیں ''کذب'' کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے اور اس نشان (☆) کے ساتھ پیش کیا ہے۔

☆**کذب نمبر 1:** آدم پیٹتے تھے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم وہ پیٹے۔ معارج النبوت جلد نمبر 1 صفحہ 29۔ امامِ اہلِ سنت علامہ معین الدین کاشفی ہروی لکھتے ہیں جب اللہ پاک نے حضرت آدم کو خلق فرمایا ان کے اندر روح داخل ہوئی تو انہوں نے پہلا کام کونسا کیا؟ دست بر سرزدہ و گفت آہ و بگریہ در آمد و ایں سنت درمیانِ اولاد خود گذاشت نزولِ مصیبت دست بر سر زنند و آہ نمایند امامِ اہلِ سنت لکھتے ہیں آدم علیہ السلام نے دونوں ہاتھ اٹھا کر سر پر ماتم کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام ساری انسانیت کے باپ ہیں صرف شیعوں کے ہی نہیں جو کوئی بھی انسان ہے اس کے باپ کا نام آدم ہے وہ کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے ماتم کیا لہٰذا ایں سنت درمیانِ اولاد خود گذاشت ماتم کرنا آدم اپنی اولاد میں سنت چھوڑ گئے ہیں۔ اب جو آدم کا بیٹا ہوگا وہ باپ کی سنت ادا کرے گا اور جو بیٹا ہو کے کہے ماتم کرنا حرام ہے یا بدعت ہے اسے یا تو باپ بدلنا پڑے گا یا فتویٰ بدلنا پڑے گا۔

جواب:

(ا) جب کوئی شخص کسی موضوع پر دلائل دیتا ہے تو سب سے پہلے وہ دلیل دیتا ہے جو سب سے قوی ہوتی ہے۔ شیعہ ذاکر نے ماتم کو جائز ثابت کرنے کے لیے پہلی دلیل کے طور پر معارج النبوت کا حوالہ پیش کیا ہے اور اس کے مصنف کے نام کے ساتھ بڑے اہتمام کے ساتھ ''امامِ اہلِ سنت'' کا لقب استعمال کر کے اہلِ سنت و جماعت پر حجت تمام کرنے کی بزعمِ خود کوشش کی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب اور اس کے مصنف کا کیا تعارف کراتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ''کتاب معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالمِ اہلِ سنت معتبر محقق تھے یا نہیں؟'' تو امامِ اہلِ سنت نے ارشاد فرمایا: ''سنی واعظ تھے، کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (احکامِ شریعت: سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ: حصہ دوم صفحہ 97: مطبوعہ نذیر سنز لاہور)

محققِ اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''معارج النبوۃ ایسی کتاب ہے جسے بعض سطحی لوگ اہلِ سنت کی کتاب کہتے اور سمجھتے ہیں اور اس میں موجود تحریر بطور حوالہ پیش کی جاتی ہے اور

اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے شور مچایا جاتا ہے کہ دیکھو اہلِ سنت کی معتبر کتاب میں فلاں فلاں شیعہ عقیدہ اور عمل ثابت ہے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔۔۔۔۔کتاب معارج النبوۃ میں ہر قسم کی روایات اکٹھی کر دی گئیں۔اس میں صحت و عدمِ صحت کا کوئی معیار نہیں رکھا گیا۔اسی لیے اس کے بارے میں امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے احکامِ شریعت حصہ دوم ص 82 میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس کتاب میں رطب و یابس سب اکٹھا کر دیا گیا ہے یعنی مصنف کی اس روش نے کتاب کو قابلِ حجت نہ رہنے دیا اور خود مصنف بھی مشکوک ہو گیا۔اس کے علاوہ شیعہ برادری کے شیخ آقا بزرگ طہرانی کا کہنا ہے کہ یہ شخص (صاحبِ معارج النبوۃ ملا کاشانی) شیعہ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی لکھا کہ اس نے بطورِ تقیہ اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا۔ الذریعہ الیٰ تصانیف الشیعۃ جلد 21 ص 184۔ان حوالہ جات سے ظاہر ہوا کہ معارج النبوت اہلِ سنت کی معتبر کتاب نہیں جیسے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔لہٰذا اس کتاب کے مندرجات سے مسلکِ شیعہ کی تائید پیش کرنا بھی دھوکہ دہی اور فریب ہے۔'' (میزان الکتب: علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ: ص 77-76: مطبوعہ مکتبہ نوریہ حسینیہ لاہور)

علماءِ اہلِ سنت کے نزدیک معارج النبوۃ رطب و یابس سے لبریز ایک غیر مستند کتاب ہے اور اس کا مصنف کوئی معتبر سنی عالم و محقق نہیں ہے بلکہ محض ایک واعظ ہے اس لیے اس کتاب کا کوئی بھی حوالہ اہلِ سنت و جماعت کے خلاف پیش نہیں کیا جاسکتا۔

پہلا حوالہ ہی دھوکہ دہی اور فریب پر مشتمل ہے تو First impresseion is the last impression. کے مصداق قارئین کو باقی حوالہ جات کی حالت کا ابھی سے اندازہ ہو جانا چاہیے۔

(۲) دست بر سر زدہ کا معنی ہے سر پر ہاتھ مارا۔شیعہ مقرر نے اس کا ترجمہ کیا ہے ''دونوں ہاتھ اٹھا کر سر پر ماتم کرنا شروع کر دیا'' یہ ترجمہ کہاں کی دیانت داری ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ مصیبت کے وقت سر پر ہاتھ مارنا اور آہ بھرنا اولادِ آدم کے لیے اگر سنتِ آدم ہے تو پھر آپ بھی ہر مصیبت پر ماتم کیا کریں۔ پڑوسی سے جھگڑا ہو تو ماتم، کوئی آپ پر مقدمہ کر دے تو ماتم، آپ کا ایکسیڈنٹ ہو تو ماتم، آپ کو بخار ہو تو ماتم، آپ کو نزلہ ہو تو ماتم، آپ کو فاقہ آئے تو ماتم، کوئی کانٹا بھی چبھے تو ماتم۔اس لیے کہ ملا معین نے لفظ ''مصیبت'' لکھا ہے اور یہ ساری باتیں مصیبت ہی ہیں۔ ورنہ یاد رہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے کسی کی وفات پر ایسا نہیں کیا تھا۔اور نہ ہی ملا معین نے وہاں کسی کی

وفات کا ذکر کیا ہے۔اب آپ نے ان تمام مواقع پر اپنا مروجہ ماتم شروع کر دیا تو آپ خود اپنے فتوے سے بچ گئے ورنہ یا آپ کو باپ بدلنا پڑے گا یا فتویٰ بدلنا پڑے گا۔

☆**کذب نمبر 2:** نوح نام نہیں یہ لقب ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبد الغفار تھا یا عبد الرزاق تھا یا عبد الملک تھا۔تفسیر الصاوی علی الجلالین جلد اول صفحہ 177 میں لکھا ہے **لقب بهذا الاسم لكثرت نوحه** نوح کا نام نوح اس لیے پڑا کہ گلیوں بازاروں میں نوحہ پڑھتے تھے۔اگر کسی کو نوحے پڑھنے والوں پر فتویٰ لگانے کا شوق ہو تو پہلے نوح نبی پر فتویٰ لگائے۔

جواب: کتبِ لغت میں لفظِ نوحہ کے کئی معانی آئے ہیں مثلاً:

(۱) عورت کا مردہ پر نوحہ کرنا، بین کرنا، واویلا کرنا، فاختہ کا کوکو کرنا، عورت کا رونا، بھیڑیئے کا بھونکنا، رو کر رلانا، جمع ہو کر رونے والی عورتیں، میت پر بین، رونے کی جگہ، عورتیں جو مصیبت پر رونے کے لیے جمع ہوں۔ (المنجد: صفحہ 1057: مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

(۲) **وحمامة نائحة و نواحة و استناح الرجل كناح و استناح الرجل بكى حتى استبكى غيره** (لسان العرب: جلد 2 صفحہ 627: مطبوعہ بیروت) ''فاختہ کو کو کرنے والی، آدمی رویا ہے، ایک شخص اتنا رویا کہ اس نے دوسرے کو بھی رلا دیا ہو۔''

(۳) نوح: تسکین دینے والا، ایک نبی کا نام۔نوحہ: رونا، گریہ وزاری، ماتم کرنا۔ (فیروز اللغات اردو: صفحہ 691: مطبوعہ فیروز سنز لاہور)

عربی و اردو لغت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نوحہ کا معنی محض رونا اور آنسو بہانا بھی ہے اور واویلا اور بین کرنا یعنی ماتم کرنا بھی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر نوحہ نا جائز نہیں ہے۔آنسو بہانا اور رونا جائز ہے جبکہ بین کرنا، چیخ و پکار کرنا منع ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق یہ عبارت تو پیش کر دی گئی **لقب بهذا الاسم لكثرت نوحه** مگر یہ نہ دیکھا گیا کہ یہاں معنی کا تعین موجود نہیں ہے۔اس لیے شیعہ ذاکر کا بغیر کسی قرینہ کے ایک معنی کو متعین کر کے اس سے استدلال کرنا باطل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے نوحے سے محض خوفِ خداوندی میں رونا مراد لینا اس لیے مناسب ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام تقویٰ کے سب سے اونچے درجے پر فائز ہوتے ہیں اس لیے سب سے بڑھ کر

معرفتِ خداوندی کے حامل ہوتے ہیں اور یہ بات محتاجِ دلیل نہیں ہے کہ جو جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے اتنا ہی اس کے خوف میں روتا ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ سنی و شیعہ دونوں کی کتبِ حدیث بین، واویلا، سینہ کوبی اور منہ پر طمانچے مارنے کی مذمت سے بھری پڑی ہیں اور ان اعمال پر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی وعیدیں وارد ہیں تو ایسے میں کسی نبی کو ان امور کا مرتکب قرار دینا اور وہ بھی محض ایک مشترک المعنی لفظ کی آڑ لے کر، یہ کس قاعدے کلیے کے تحت روا ہو سکتا ہے؟

آپ ہی بتا دیجیئے! کیا سیدنا نوح علیہ السلام کسی فوت ہونے والے کے غم میں نوحہ کرتے رہتے تھے یا خوفِ خدا میں گریہ کناں رہتے تھے؟ اگر کسی انسان کی مظلومانہ موت پر نوحہ کرتے رہتے تھے تو اس انسان کا نام اور اس کی موت کی تفصیل بیان کیجیئے۔

☆**کذب نمبر 3:** تفسیر درِ منثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد نمبر 5 صفحہ 304 حضرت داؤد نبی کا ماتم۔

جواب: یہاں پر بھی دھوکہ دہی سے کام لیا گیا ہے۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالماثور** کے مذکورہ صفحے کا ذکر کر کے حضرت داؤد علیہ السلام پر ماتم کرنے کی تہمت لگا دی گئی ہے مگر کوئی عبارت پیش نہیں کی گئی۔ اس صفحے پر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 55 کے الفاظ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ''اور ہم نے عطا فرمائی ہے داؤد کو زبور'' کی تفسیر میں کچھ روایات درج ہیں۔ ملاحظہ کیجیئے:

(۱) **و اخرج ابن ابی شیبة و احمد عن خالد الربعی رضی اللّٰہ عنه قال: وجدت فاتحة الزبور الذی یقال له زبور داؤد علیه السلام ان رأس الحکمة خشیة اللّٰہ تعالیٰ**

''امام ابنِ ابی شیبہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت خالد ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: میں نے زبور کی فاتحہ دیکھی جس کو داؤد علیہ السلام کی زبور کہا جاتا ہے، اس میں تھا کہ حکمت کی اصل اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے۔''

(۲) **و اخرج احمد عن ایوب الفلسطینی رضی اللّٰہ عنه قال: مکتوب فی مزامیر داؤد علیه السلام أتدری لمن اغفر؟ قال: لمن یا رب؟ قال: للذی اذا اذنب ذنبا ارتعدت لذلک مفاصله فذلک الذی امر ملائکتی ان لا یکتبوا علیه ذلک الذنب**

''احمد نے ایوب فلسطینی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی زبور میں لکھا ہوا تھا کیا تو جانتا ہے میں کس کو بخشتا ہوں؟ عرض کی: یا رب تو کس کو بخشتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جب گناہ کرتا ہے تو میرے خوف کی وجہ سے اس کے جوڑوں میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے ایسے آدمی کے متعلق میں اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہوں کہ اس کا یہ گناہ نہ لکھیں۔''

(۳) **و اخرج الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول عن وھب بن منبہ رضی اللّٰہ عنہ قال: قرأت فی آخر زبور داؤد علیہ الصلاۃ و السلام ثلاثین سطرا یا داؤد ھل تدری ای المؤمنین احب الی ان اطیل حیاتہ؟ الذی قال لا الہ الا اللّٰہ ، أقشعر جلدہ،و انی اکرہ لذلک الموت کما تکرہ الوالدۃ لولدھا، و لا بد لہ منہ انی ارید ان اسرہ فی دار سوی ھذا الدار، فان نعیمھا بلاء، و رخائھا شدۃ ، فیھا عدو لا یألوھم خبالا، یجری منہ مجری الدم، من اجل ذلک عجلت اولیائی الی الجنۃ** ''امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر الاصول میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے داؤد علیہ السلام کی زبور کے آخر میں تیس سطور پڑھیں، اس میں یہ لکھا تھا اے داؤد! کیا تو جانتا ہے کہ میں کس مومن کی زندگی کو لمبا کرنا پسند کرتا ہوں؟ یہ وہ شخص ہے جو **لا الہ الا اللّٰہ** کہتا ہے اور اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ میں ایسے شخص کے لیے اسی طرح موت کو ناپسند کرتا ہوں جس طرح ماں اپنے بچے کے لیے موت کو ناپسند کرتی ہے۔ اور موت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے دارِ فانی سے دارِ بقاء میں منتقل کروں کیونکہ اس دنیا کی نعمتیں مصیبت ہیں اور اس کی خوشحالی شدت ہے، اس میں ایک ایسا دشمن ہے جو کچھ پرواہ نہیں کرتا، وہ انسان کے اندر خون کی طرح چلتا ہے۔ اسی وجہ سے میں اپنے اولیاء کو جنت کی طرف جلدی لے جاتا ہوں۔''

قارئینِ محترم! خشیتِ الٰہی سے انسان پر کپکپی طاری ہو جانے اور اس کے جسم کے جوڑوں میں ارتعاش پیدا ہو جانے کا شیعہ کے ماتم سے کیا تعلق ہے؟ کہاں قمیصیں اتار کر سرِ بازار منہ پر طمانچے مارنا، سینے پر مکے مارنا اور زنجیروں اور چھریوں سے پیٹھ زخمی کر لینا اور واویلا مچانا ہائے ہائے کرنا اور کہاں اللہ کے خوف سے جسم پر کپکپی طاری ہو جانا اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلنا! شیعوں کے وکیل کو انبیاءِ کرام و رسولانِ عظام علیہم السلام سے جھوٹ منسوب کرتے ہوئے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور

اپنے کیے کا حساب دینا ہے۔

☆**کذب نمبر 4:** تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد نمبر 18 صفحہ 445 حضرت یوسف نبی کا ماتم۔

جواب: تفسیرِ کبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت کی اٹھارہویں جلد کا متن صفحہ 188 پر ختم ہو رہا ہے جبکہ دار الفکر بیروت کی مطبوعہ اٹھارہویں جلد 243 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ حوالہ بھی سابقہ حوالہ جات کی طرح محض سادہ لوح ان پڑھ عوام پر رعب ڈالنے کے لیے دیا گیا ہے۔ شیعہ وکیل نے حضرت یوسف علیہ السلام پر ماتم کرنے کا جھوٹا الزام لگا کر اپنی آخرت برباد کر لی ہے۔

☆**کذب نمبر 5:** بائے بسم اللہ سے لے کر سینِ والناس تک پورا قرآن پڑھ لو اللہ پاک نے قرآن میں کسی ایک جگہ پر بھی کہا ہو کہ ماتم کرنا حرام ہے تو شیعہ آج ہی ماتم کرنا چھوڑ دیں گے۔

جواب: قارئینِ کرام! شیعہ ذاکر کا یہ دعویٰ ہے کہ ''پورے قرآن میں کہیں بھی مروجہ ماتم کو اللہ نے حرام قرار نہیں دیا ہے'' اس دعوے کو پرکھنے کے لیے ایک آیتِ مقدسہ اور اس پر شیعہ کی مستند تفاسیر نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیے:

قرآنِ مجید میں ارشادِ خداوندی ہے: **یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْـًٔا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○** (سورۃ الممتحنہ -12) ''اے نبی! جب ایمان لانے والی عورتیں تمہارے پاس اس شرط پر تمہاری بیعت کرنے آئیں کہ نہ وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک قرار دیں اور نہ چوری کریں اور نہ زنا کریں اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں اور نہ (اپنے شوہروں پر) اپنے ہاتھوں اور پیروں کے مابین کوئی بہتان باندھیں (یعنی غیر کے بچے کو شوہر کا نہ قرار دیں) اور نہ کسی نیکی میں تمہاری نافرمانی کریں تو ان کی بیعت قبول کر لو اور ان کے بارے میں خدا سے مغفرت مانگو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(اردو ترجمۂ قرآن مولوی مقبول دہلوی شیعہ صفحہ 880-879: مطبوعہ مقبول پریس دہلی)

شیعہ مفسر ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی رقم طراز ہے:

فَقَامَتْ اُمُّ حَکِیْمٍ اِبْنَةُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَاالْمَعْرُوْفُ الَّذِیْ اَمَرَنَا اللّٰهُ بِهِ اَنْ لَّا نَعْصِیَنَّکَ فِیْهِ؟ فَقَالَ اَنْ لَّاتَخْمَشْنَ وَجْهًاوَّلَا تَلْطَمْنَ خَدًّاوَّلَا تَنْتِفْنَ شَعْرًاوَّلَا تُمَزِّقْنَ جَیْبًاوَّلَا تُسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَّلَاتَدْعُوْنَ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ وَلَاتُقِیْمَنَّ عِنْدَ قَبْرٍ فَبَایَعَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ عَلٰی هٰذِهِ الشُّرُوْطِ (تفسیر قمی: جلد 2 صفحہ 364: مطبوعہ ایران) ''حضرت ام الحکیم بنت الحارث بن عبدالمطلب نے کھڑی ہو کر کہا یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے چہروں پر خراشیں نہ ڈالو، اپنے رخساروں پر تھپڑ نہ مارو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کالے کپڑے نہ پہنو، ہائے ہائے کر کے نہ چلاّ ؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو۔ پھر عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان شروط پر بیعت کر لی۔''

شیعہ مفسر ابو جعفر محمد بن حسن طوسی نے لکھا:

قال زید بن اسلم فیماشرط ان لا یعصینه فیه ان لا یلطمن ولا یشققن جیبا ولا یدعون بالویل والثبور کفعل اهل الجاهلیة و قال ابن عباس فیما شرط ان لا یعصینه فیه النوح (التبیان فی تفسیر القرآن: جلد 9 صفحہ 588: مطبوعہ بیروت) ''زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ طمانچے نہ ماریں، گریبان نہ پھاڑیں، ہائے ہائے کر کے نہ چلاّئیں جیسے زمانۂ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابنِ عباس نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط تھی وہ یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں۔''

شیعہ مفسر ابو علی فضل بن حسن طبرسی کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

قیل عنی بالمعروف النهی عن النوح و تمزیق الثیاب و جز الشعر و شق الجیب و خمش الوجه و الدعاء بالویل (تفسیر مجمع البیان: جلد 9 صفحہ 414: مطبوعہ ایران) ''ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، گریبان نہ پھاڑیں، چہرے پر خراشیں نہ ڈالیں اور ہائے ہائے نہ پکاریں۔''

ملا باقر مجلسی نے لکھا:

امِ حکیم بنت حارث بن ہشام که زن عکرمه پسر ابوجهل بود گفت یا رسول اللّٰه آں کدام معروفست که خدا گفته است ما معصیت تو در آں نکنیم حضرت فرمود در مصیبتها طپانچه بر روئے خود مزنید و روئے خود را مخراشید و موئے خود را مکنید و گریبان خود را چاك مکنید و جامه خود را سیاه مکنید و واویلا مکنید پس بر ایں شرطها حضرت بایشاں بیعت کرد (حیات القلوب: جلد 2 صفحہ 460: مطبوعہ ایران) ''امِ حکیم بنت حارث بن ہشام نے جو عکرمہ پسرِ ابوجہل کی زوجہ تھی کہا یا رسول اللہ وہ کون سا معروف (حکم) ہے جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ آپ کی مخالفت نہ کریں۔ حضرت نے فرمایا مصیبتوں میں اپنے منہ پر طمانچے مت مارو، اپنے رخساروں کو زخمی مت کرو، اپنے بال مت نوچو اور گریبان نہ پھاڑو، اپنے لباس کو سیاہ مت کرو اور واویلا مت کرو، غرض انہی شرطوں پر ان سے بیعت لی۔'' (حیات القلوب اردو ترجمہ بشارت حسین کامل مرزا پوری: جلد دوم صفحہ 700: مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

محمد بن یعقوب کلینی کی بیان کردہ روایت:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ قَالَ الْمَعْرُوْفُ اَنْ لَّا یَشْقُقْنَ جَیْبًا وَّلَا یَلْطِمْنَ خَدًّا وَّلَا یَدْعُوْنَ وَیْلًا یَتَخَلَّفْنَ عِنْدَ قَبْرٍ وَّلَا یُسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَّلَا یَنْشُرْنَ شَعْرًا عن محمد بن یحیٰ عن سلمة بن الخطاب عن سلیمان بن سماعة الخزاعی عن علی بن اسماعیل عن عمرو بن ابی المقدام قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ تَدْرُوْنَ مَا قَوْلُہٗ تَعَالیٰ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ ؟ قُلْتُ لَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ اِذَا اَنَا مُتُّ فَلَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْھًا وَّلَا تَنْشُرِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَّلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً قَالَ ھٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ (الفروع من الکافی: محمد بن یعقوب کلینی: جلد 5 صفحہ 527: مطبوعہ ایران) ''حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قولِ خداوندی وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ کے بارے میں روایت ہے کہ معروف یہ ہے کہ عورتیں گریبان نہ پھاڑیں، رخسار نہ پیٹیں، واویلا نہ کریں، قبر کے نزدیک غیر شرعی بات نہ کریں، اپنے کپڑے سیاہ نہ کریں اور بال نہ بکھیریں۔ عمرو بن ابی المقدام سے روایت ہے کہ

میں نے امام ابوجعفر (یعنی امام باقر) رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قولِ خداوندی وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ کا کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ جب میرا وصال ہو جائے تو مجھ پر چہرہ زخمی نہ کرنا، سر کے بال نہ بکھیرنا، واویلا نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا، پھر فرمایا یہی وہ معروف ہے جس کا اللہ نے وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ میں ذکر فرمایا۔''

شیعہ مفسر مقبول احمد دہلوی نے بھی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مندرجہ بالا حدیثِ مبارکہ بایں الفاظ پیش کی ہے: ''ام الحکم بنتِ حارث بن ہشام نے جو عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھی یہ عرض کی کہ وہ نیکی جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں وہ کیا ہے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو اپنے منہ نہ نوچو اپنے بال نہ کھسوٹو اپنے گریبان چاک نہ کرو اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے وائے کر کے نہ روؤ۔ (اردو ترجمۂ قرآن و تفسیر مولوی مقبول دہلوی شیعہ: صفحہ 879: مقبول پریس دہلی)

قارئینِ محترم! مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے ضمن میں جن امور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ان کا تذکرہ شیعہ حضرات کی اپنی مستند کتب سے آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے۔ انہی امور کا مجموعہ ماتم کہلاتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ماتم کی حرمت قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ اور شیعہ ذاکر کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ ان حوالہ جات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابنِ عباس، حضرت سیدنا امام باقر اور حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی اس آیت سے ماتم کی ممانعت ہی ثابت ہے۔ جب یہ جلیل القدر ائمۂ اہلِ بیت اس آیت کے تحت ماتم کو ناجائز مانتے ہیں تو آج کے شیعہ حضرات کا ماتم کو جائز کہنا اور لوگوں کو اس پر اکسانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا اہلِ بیت کے ساتھ محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے اور یہ لوگ احکامِ خدا و مصطفیٰ کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت کے عقیدے کے ساتھ بھی غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

☆ **کذب نمبر 6:** ماتم کے مانعین ہمیں صبر کی آیات دکھاتے ہیں۔ کیا مصطفیٰ نے یہ آیات نہیں پڑھی ہوئی تھیں؟ مشکوٰۃ شریف صفحہ 571 پر ہے کہ نبی پاک منبر پر تشریف فرما تھے اچانک مسجد

نبوی کے دروازے پر حسنین کریمین سیدین طیبین شریفین آئے امام حسین پاک کا کرتا پاؤں کے ساتھ الجھا زمین پر گرنے لگے تو نبی پاک نے اپنی تقریر چھوڑ دی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اتنی اچھی تقریر کر رہے تھے تو دروازے پر آ کر حسین کو اٹھایا کیوں؟ مصطفیٰ نے فرمایا فَلَمْ اَصْبِرْ صحابہ! تم کہتے ہو میں نے حسین کو اٹھایا کیوں ہے حسین کو گرتے دیکھ کر میں محمد صبر نہ کر سکا۔ حسین پاک کی شخصیت ہی ایسی ہے جس کے بارے میں رسول بھی صبر نہیں کرتا۔ مسجد نبوی کے دروازے میں گرتے دیکھ کے نبی صبر نہ کر سکے تو ہم شیعہ گھوڑے سے گرتے دیکھ کر کیسے صبر کریں؟

جواب: قارئینِ گرامی کی خدمت میں گزارش ہے کہ پہلے مشکوٰۃ شریف سے حدیثِ مبارکہ کا مکمل متن اور ترجمہ ملاحظہ کر لیں:

وَعَنْ بُرِیْدَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُنَا اِذْ جَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ عَلَیْهِمَا قَمِیْصَانِ اَحْمَرَانِ یَمْشِیَانِ وَیَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰہُ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ اِلٰی هٰذَیْنِ الصَّبِیَّیْنِ یَمْشِیَانِ وَ یَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَ رَفَعْتُهُمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے اچانک حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے جن پر دو سرخ قمیصیں تھیں، وہ چلتے تھے اور گرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے، ان دونوں کو اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں، میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے گرتے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات روک دی اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔ روایت کیا اسے ترمذی، ابو داؤد اور نسائی نے۔''

حدیثِ مبارکہ کا اصل متن اور ترجمہ ملاحظہ کرنے سے وکیلِ شیعہ کی درج ذیل خیانتیں سامنے آئیں:

(۱) حدیث میں دونوں شہزادوں کو اٹھانے کا ذکر ہے جب کہ شیعہ ذاکر نے فقط امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ اگر حدیث بغیر خیانت کے بیان کر دیتا تو سوال اٹھ سکتا تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے دونوں شہزادوں کے حوالے سے صبر نہ کیا تو لازم ٹھہرا کہ شیعہ بھی دونوں کا ماتم کریں، دونوں شہزادوں کو ظلماً شہید کیا گیا ہے تو دونوں کا ایک جیسا ماتم ہونا چاہیے تھا مگر آج تک شیعہ نے امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے ماتم کی مجلس برپا کی ہے نہ ہی کوئی ماتمی جلوس نکالا ہے۔

(۲) حدیثِ مبارکہ میں صحابہ کا سوال کرنا بھی مذکور نہیں ہے کہ ''یارسول اللہ! آپ اتنی اچھی تقریر کررہے تھے تو دروازے پر آکر حسین کو اٹھایا کیوں؟'' یہ اس حوالے میں دوسری خیانت ہے۔

(۳) فَلَمْ اَصْبِرْ سے ماتم کا کیا تعلق ہے؟ نہ حدیث میں کسی کے ظلماً شہید کیے جانے کا تذکرہ ہے نہ ماتمی جلوس کا، منہ پہ طمانچے مارنے کی بات ہے نہ سینہ کوٹنے کا تذکرہ، ہائے ہائے کے نعرے ہیں نہ قمیصیں اتارکر نیم برہنہ حالت میں بازاروں میں گھومنا مذکور۔ جن باتوں پر ہمارا اعتراض ہے وکیلِ شیعہ کا کام تھا کہ ان کا ثبوت قرآن و حدیث سے پیش کرتا، مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ انشاء اللہ صبحِ قیامت تک شیعہ قرآن و سنت سے اپنا مدعا ثابت نہ کرسکیں گے۔

(۴) فَلَمْ اَصْبِرْ میں جس کیفیت کا ذکر ہے وہ غیراختیاری ہے۔ انسان جب کسی کو مشکل میں یا خطرے میں دیکھتا ہے یا کہیں سے گرتے ہوئے دیکھتا ہے تو غیراختیاری طور پر نہایت تیزی کے ساتھ اسے بچانے کے لیے آگے بڑھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں شیعوں کا ماتم ایک اختیاری فعل ہے جو پوری تیاری کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے اس لیے فَلَمْ اَصْبِرْ کی ماتم کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے۔ لہٰذا اسے ماتم پر دلیل بنانا سوائے دھوکہ دہی کے اور کچھ نہیں ہے۔

(۵) صبر کا لفظ ٹھہر جانے اور جلدی نہ کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا o (سورۃ الکھف-72) ''کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے'' لفظ کا مفہوم کلام کے سیاق و سباق سے متعین ہوتا ہے۔ اس حدیثِ پاک میں بھی صبر کا لفظ ٹھہر جانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

☆ **کذب نمبر 7:** امام جعفر صادق علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کُلُّ الْجَزْعِ وَالْبُکَاءِ مَکْرُوْہٌ سِوَی لِقَتْلِ الْحُسَیْنِ ہر قسم کا جزع فزع رونا پیٹنا مکروہ ہے سوائے میرے دادے حسین کے۔

جواب: اگر امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر ماتم کا معاملہ واقعتاً استثنائی ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما دیتے کیونکہ احکام کی حلت وحرمت بیان کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان نہیں فرمایا تو لازم آئے گا کہ معاذ اللہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں فرمائی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو آ کر آپ کا ادھورا کام مکمل کرنا پڑا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یہ بات کر بھی کیسے سکتے تھے کہ ان کے جدِ امجد سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ خود اپنا ماتم کرنے سے منع فرما گئے تھے:

(۱) میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو وصیت کی: پس وصیت فرمود که اے خواہر گرامی ترا سوگند میدہم که چوں من از تیغ اہلِ جفا بعالم بقا رحلت نمایم گریبان چاك مکنید و رو مخراشید و واویلاه مگویید (جلاء العیون: ملاباقر مجلسی: جلد 2 صفحہ 553: مطبوعہ ایران) ''(امام حسین نے وصیت کی اور کہا اے خواہرِ گرامی تم کو میں قسم دیتا ہوں کہ میں جب شہید ہو کر بعالمِ بقا رحلت کروں گریبان چاک نہ کرنا اور منہ نہ نوچنا واویلا نہ کہنا۔'' (جلاء العیون اردو ترجمہ عبدالحسین: جلد دوم صفحہ 228: عباس بک ایجنسی لکھنؤ انڈیا)

(۲) پس دیگر بار اہلِ بیتِ رسالت و پردگیانِ سرادقِ عصمت و طہارت را وداع نمود و ایشاں رابصبر و شکیبائی امر فرموده و بوعدۂ مثوبات غیر متناہی الٰہی تسکین داد و فرمود که چادرہا برسر گیرید و آمادۂ لشکر مصیبت و بلا گردید و بدانید که حق تعالیٰ حافظ ما و حامی شما است و شما را از شر اعداء نجات میدہد و عاقبت شمارا بخیر میگرداند و دشمنان شما را بانواع بلاہا مبتلامی سازد و شمارا بعوض ایں بلاہا در دنیا و عقبیٰ بانواع نعمتہا و کرامتہا می نوازد زینہار که دست از شکیبائی بر مدارید و کلام نا خوشی بر زبان میادرید که موجب نقص ثواب شما گردد (جلاء العیون: جلد 2 صفحہ 576: مطبوعہ ایران)
''پس دوسری دفعہ اہلِ بیتِ رسالت و پردگیانِ سرادقِ عصمت و طہارت کو حضرت نے وداع کیا

اور بصبر شکیبائی حکم فرما کے بوعدہ ثواب ہائے غیر متناہیٔ الٰہی تسکین دے کے ارشاد کیا چادریں سر سے اوڑھ لو اور آمادۂ لشکرِ مصیبت و بلا ہو کہ خدا تمہارا حامی و حافظ ہے شرِ اعداء سے وہی تمہیں نجات دے گا اور تمہاری عاقبت بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو بانواع عذاب و بلا مبتلا کرے گا اور تمہیں ان بلاؤں مصیبتوں کے عوض دنیا و عقبیٰ میں بانواع نعمت و کرامتہائے بے اندازہ سرفراز فرمائے گا ہرگز صبر و شکیبائی سے دستبردار نہ ہونا اور کلامِ ناخوش زبان پر نہ لانا کہ موجب نقصِ ثواب ہوگا۔'' (جلاء العیون اردو ترجمہ عبدالحسین: جلد دوم صفحہ 251: عباس بک ایجنسی لکھنؤ انڈیا)

قرآن و حدیث کی واضح نصوص اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے حکم کے مقابلے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہرگز ایسا کلام نہیں کر سکتے۔ لہٰذا شیعہ ذاکر کا مذکورہ بالا قول سے استناد باطل ہے اور یہ قول شیعہ کا من گھڑت ہے۔

قارئینِ کرام! وکیلِ شیعہ نے یہ قول اپنے خطاب میں پیش کرتے ہوئے کسی کتاب کا حوالہ نہ دے کر اپنی دھوکہ دہیوں میں ایک نمبر کا مزید اضافہ کر لیا۔ دعویٰ تو ہے اہلِ سنت و جماعت کی کتب سے ماتم ثابت کرنے کا اور قول پیش کیا جا رہا ہے شیعہ کتاب **بحار الانوار عن الامالی شیخ مفید** سے۔ کتاب شیعوں کی اور فرمانِ امام جعفر صادق من گھڑت، کیا اس صورت میں یہ حوالہ اہلِ سنت پر حجت قرار پا سکتا ہے؟

قارئینِ گرامی! یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کے ماضی قریب کے امام و فقیہہ خمینی کا فتویٰ بھی وکیلِ شیعہ کو دکھا دیا جائے۔ خمینی نے توضیح المسائل صفحہ 71 مطبوعہ ایران میں لکھا ہے:

مسئلہ نمبر 634: جائز نیست انسان در مرگِ کسی صورت و بدن را بخراشد و بخود لطمه بزند ''کسی کی فوتگی پر کسی انسان کے لیے اپنے بدن کو چھیلنا، اپنی شکل و چہرہ کو چھیلنا اور اپنے منہ پر طمانچہ مارنا جائز نہیں۔''

مسئلہ نمبر 635: پاره کردن یقه در مرگِ غیر پدر و برادر جائز نیست ''اپنے باپ یا بھائی کی فوتگی کے علاوہ کسی دوسرے کی فوتگی پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں۔''

مسئلہ نمبر 636: اگر مرد در مرگِ زن یا فرزند یقه یا لباس خود را پاره کند یا

اگر زن در عزائے میت صورت خود را بخراشد بطوریکه خون بیاید یا موئے خود را بکندباید یك بنده آزاد کندیا ده فقیر را طعام دہدیا آنہا را بپوشاندو اگر نتواند باید سه روز روزه بگیر و بلکه اگر خون ہم نیاید بناء بر احتیاط واجب به ایں دستور عمل نماید ''اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کی موت پر اپنا گریبان یا اپنا لباس چاک کرے گا یا کوئی عورت کسی میت کی تعزیت کرتے ہوئے اپنا چہرہ اتنا زخمی کر لے کہ اس سے خون بہہ نکلے یا اپنے بالوں کو نوچے تو ان میں سے ہر ایک پر ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے یا دس فقیروں کو کھانا کھلانا لازم ہے یا دس فقیروں کو کپڑے پہنانا لازم ہے۔ اگر ان میں کسی کفارہ کی طاقت نہ رکھے تو تین دن کے روزے رکھے بلکہ اگر چہرہ خراشنے سے خون نہ بھی نکلے تو احتیاطاً اس طریقۂ کفارہ کو اپنانا چاہیے۔''

مسئلہ نمبر 637: احتیاط واجب است که در گریه برمیت صدا را خیلی بلند نکنند ''احتیاط واجب ہے کہ میت پر روتے ہوئے آواز زیادہ بلند نہ ہو۔''

ماتم کرنا جرم نہ ہوتا تو اس پر کفارہ کیوں لازم کیا جاتا؟ ہوسکتا ہے کوئی کہے کہ خمینی کا فتویٰ عام لوگوں کے ماتم کے عدمِ جواز اور کفارے کے متعلق ہے اس میں امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم کو ناجائز نہیں کہا گیا۔ آیئے شیعہ مجتہد حسین القمی کا فتویٰ ملاحظہ کر لیجیے مسئلہ حل ہو جائے گا: در تعزیه داری حضرت امام حسین اگر شخص زخمے مثل تیغ وغیره بر خود بزند که ضرر باشد بر بدنش حرام است (مجمع المسائل: حسین القمی: صفحہ 321: مطبوعہ ایران) ''حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیہ داری میں اگر کسی شخص نے کسی قسم کا کوئی زخم تلوار وغیرہ سے اپنے بدن پر لگایا جس سے اس کے جسم کو نقصان پہنچا تو اس کا یہ فعل حرام ہے۔'' جب امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا ماتم کرتے ہوئے زنجیر زنی، تلوار یا کسی چیز سے اپنے جسم کو نقصان پہنچانا اور زخمی کرنا فعلِ حرام ٹھہرا تو اس پر خمینی کے فتوے کے تحت کفارہ بھی لازماً لازم آئے گا۔ خمینی وقمی کے فتووں سے امامِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منسوب قول کا بطلان واضح ہو گیا۔

یہاں پر الفروع من الکافی سے سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان پیش کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا:

عَنْ اَبِی عَبْدِاللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلامُ قَالَ اِنَّ الصَّبْرَ وَ الْبَلَآءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْمُؤْمِنِ فَیَأْتِیْهِ الْبَلَآءُ وَھُوَ صَبُوْرٌوَاِنَّ الْجَزْعَ وَالْبَلَآءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْکَافِرِ فَیَأْتِیْهِ الْبَلَآءُ وَ ھُوَ جَزُوْعٌ (الفروع من الکافی: ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی: جلد 3 صفحہ 223: مطبوعہ ایران) ''امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک صبر اور مصیبت دونوں مومن کی طرف آتے ہیں جب کوئی مصیبت اس پر آتی ہے وہ اس وقت انتہائی صبر کرنے والا ہوتا ہے اور جزع و بلا آگے پیچھے کافر کے پاس آتے ہیں جب اس کے پاس مصیبت آتی ہے تو وہ انتہائی رونے پیٹنے والا ہوتا ہے۔''

بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ مومن کی صفت صبر کرنا ہے اور کافر کی خصلت جزع کرنا ہے اور جزع کا صبر کے مقابلے پر آنا ماتم کے معنی کو متعین کر رہا ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ امام صاحب کفار کے فعل کو امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں جائز قرار دے دیں؟

ایک قابلِ توجہ نکتہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منسوب قول پیش کر کے شیعہ مقرر نے مان لیا ہے کہ شیعہ کے نزدیک ماتم بنیادی طور پر ممنوع اور ناجائز ہے۔ البتہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم کو استثناء حاصل ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہر کسی کے اور ہر طرح کے ماتم کو انہوں نے گناہ تسلیم کر لیا ہے۔ اب اس صورتِ حال میں شیعہ لوگ ماتم کے جواز پر جتنے دلائل دیتے ہیں سب بے جا ثابت ہوئے اور شیعہ مقرر کی پوری تقریر اکارت ہوئی۔ اس لیے کہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم پر وہ قرآن و حدیث سے کوئی ایک بھی دلیل نہیں لا سکا۔

☆ **کذب نمبر 8:** سورۃ توبہ آیت 40 میں ارشاد ہے ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا تفسیر ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 258 فجعل ابوبکر رضی اللہ عنہ یجزع غار میں حضرت ابوبکر صدیق رو پیٹ رہے تھے گریبان چاک کر رہے تھے سر میں مٹیاں ڈال رہے تھے۔ مولوی خود کہتے ہیں کہ کپڑے پھاڑ پھاڑ کر سوراخوں میں دے رہے تھے اور نبی پاک فرماتے تھے رونے پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے اب تو بچ گئے ہیں۔ اگر زندہ کے غم میں رونا پیٹنا ناجائز ہے زندہ کے غم میں رونے پیٹنے والا بیوقوف ہے تو غار میں حضرت ابوبکر کیوں روتے پیٹتے تھے؟ اگر وہ زندہ نبی کے غم میں رو پیٹ کر رضی اللہ عنہ رہ سکتے ہیں تو ہم شیعہ بھی امام حسین کے غم میں رو پیٹ کر مومن مسلمان رہ سکتے ہیں۔

جواب: یہاں پر شیعہ ذاکر نے متعدد خیانتوں کا ارتکاب کیا ہے:

(ا) ''غار میں حضرت ابوبکر صدیق رو پیٹ رہے تھے۔۔۔گریبان چاک کر رہے تھے۔۔۔سر میں مٹیاں ڈال رہے تھے۔'' یہ جملے تفسیر ابنِ کثیر کے کن الفاظ کا ترجمہ ہیں؟ جب تفسیر میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے تو پھر اپنی طرف سے ایسے جملے بول کر عوام کو گمراہ کرنے والا خائن اور دھوکہ باز کہلائے گا یا نہیں؟

تفسیر میں **یجزع** کا لفظ ہے جس کا ترجمہ تفسیر ابنِ کثیر کے اردو مترجمین محمد سعید الازہری، محمد الطاف الازہری اور محمد اکرم الازہری نے ''گھبرانا'' کیا ہے۔ تفسیر کا متن اور ترجمہ یہ ہے: **فجعل ابو بکر رضی اللہ عنہ یجزع ان یطلع علیھم احدفیخلص الی الرسول علیہ الصلاۃ و السلام منھم اذی** ''غارِ ثور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبراہٹ کا شکار ہو کر یہ سوچنے لگے کہ کہیں کفاران کی اطلاع پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کے درپے نہ ہو جائیں۔'' (اردو ترجمہ تفسیر ابنِ کثیر: محمد سعید الازہری، محمد الطاف الازہری، محمد اکرم الازہری: جلد 2 صفحہ 611: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

غیر مقلدین کا ترجمہ یہ ہے: ''صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ لحظہ بہ لحظہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتا نہ چل جائے، ایسا نہ ہو کہ وہ رسولِ کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کو کوئی ایذا پہنچائے۔'' (اردو ترجمہ تفسیر ابنِ کثیر: محمد جونا گڑھی: جلد 2 صفحہ 472: مکتبہ قدوسیہ لاہور)

مندرجہ بالا تراجم لغتِ عرب کے مطابق درست ہیں کیونکہ عربی لغت میں جزع کا لفظ جہاں ایک طرف ماتم جیسے ممنوع عمل کے لیے آتا ہے وہیں پر دوسری جانب یہ لفظ آنسو بہانے، رونے، بے قرار ہونے اور گھبرانے کے معنی میں بھی آتا ہے اور ان کیفیات کا جائز ہونا محتاجِ دلیل نہیں ہے۔ ملاحظہ کیجئے لغت کے حوالہ جات:

اَلْجَزْعُ بے صبری۔ قرآن میں ہے سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا (۱۴۔۲۱) اب ہم گھبرائیں یا صبر کریں ہمارے حق میں برابر ہے۔ یہ حزن سے خاص ہے کیونکہ جَزْعٌ خاص کر اس غم کو کہتے ہیں جو انسان کو جس چیز کے وہ درپے ہو اس سے پھیر دے اور اس سے قطع تعلق کر دے۔ (مفردات القرآن: امام راغب اصفہانی: اردو ترجمہ محمد عبدہٗ: جلد 1 صفحہ 181: مطبوعہ لاہور)

جَـزَع بے صبری، بے قراری (بیان اللسان: قاضی زین العابدین سجاد: صفحہ 204: مطبوعہ

کراچی)

جزع: کسی چیز پر صبر نہ کر کے غم وتکدر کا اظہار کرنا (المنجد: صفحہ 150: مطبوعہ کراچی)

لغت کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ بے صبری معمولی ہو یا شدید اسے جزع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بے صبری تمام حالات میں ممنوع نہیں ہے۔ایک شخص روٹی کے ٹھنڈا ہونے تک انتظار اور صبر نہیں کرتا تو یہ بے صبری ہے، پانی ایک ہی سانس میں پی جانا بھی بے صبری ہے، اچانک کسی شخص کو مصیبت میں دیکھ کر صبر نہ کر سکنا اور اس کی مدد کے لیے دوڑ کر پہنچنا بھی بے صبری ہے اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے حرام ذرائع کا استعمال بھی بے صبری ہے۔ گویا بے صبری کا لفظ یا عربی میں جزع کا لفظ حلال اور حرام دونوں قسم کے افعال پر بولا جاتا ہے۔اس مقام پر شیعہ حضرات کی مستند کتابِ حدیث سے امام باقر وامام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی زبانی جزع کے دونوں معانی کا ثبوت پیش کیا جارہا ہے تاکہ قارئین جان لیں کہ یہ لفظ ماتم کرنے، پیٹنے اور سینہ کوبی کرنے کے لیے بھی آتا ہے اور محض بے قراری اور گھبراہٹ کے معنوں میں بھی:

جزع بمعنی ماتم اور پیٹنا وسینہ کوبی کرنا: ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی سے روایت ہے کہ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ مَا الْجَزَعُ؟ قَالَ اَشَدُّ الْجَزْعِ الصَّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعُوَیْلِ وَ لَطْمُ الْوَجْهِ وَالصَّدْرِ وَ جَزُّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَمَنْ اَقَامَ النَّوْحَةَ فَقَدْ تَرَکَ الصَّبْرَ وَ اَخَذَ فِیْ غَیْرِ طَرِیْقِهٖ وَ مَنْ صَبَرَ وَ اسْتَرْجَعَ وَ حَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَدْ رَضِیَ بِمَا صَنَعَ اللّٰهُ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَ مَنْ لَّمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ جَرٰی عَلَیْهِ الْقَضَاءُ وَ هُوَ ذَمِیْمٌ وَّ اَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَجْرَهٗ (الفروع من الکافی: جلد 3 صفحہ نمبر 222: مطبوعہ ایران) ''جابر کہتے ہیں میں نے حضرت ابوجعفر (یعنی امام باقر) رضی اللہ عنہ سے پوچھا جزع کیا ہے؟ فرمایا اشد جزع یہ ہے کہ آدمی چلّائے ہائے ہائے کرے سینے اور چہرے پر تھپڑ مارے اور پیشانی سے بال نوچے اور جس شخص نے نوحہ کیا اس نے صبر ترک کیا اور اس (شریعت) کے خلاف طریقہ کو اپنایا اور جس نے صبر کیا اور اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اللہ کی حمد کی اور اس کے کیے ہوئے کام پر راضی رہا اس کا اللہ کے ذمہ اجر ثابت ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پوری ہوگئی اور وہ مذموم ہوگا اور اللہ اس کا اجر ضائع کر دے گا۔''

جزع بمعنی دکھی و بے قرار ہونا: فَقَالَ نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ اِنَّمَا نَجْزَعُ قَبْلَ الْمُصِيْبَةِ فَاِذَا وَقَعَ اَمْرُ اللّٰهِ رَضِيْنَا بِقَضَائِهٖ وَسَلَّمْنَا لِاَمْرِهٖ (الفروع من الکافی: جلد 3 صفحہ 217)

''فرمایا (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے) ہم اہلِ بیت قبل نزولِ مصیبت بے قرار ہوتے ہیں لیکن جب آجاتی ہے تو قضائے الٰہی پر راضی ہو جاتے ہیں اور اس کا حکم تسلیم کر لیتے ہیں۔'' (اردو ترجمہ فروعِ کافی: ظفر حسن: جلد 1 صفحہ 333: ظفر شمیم پبلی کیشنز کراچی)

جب انسان کو معلوم ہو کہ دشمن اس کی تلاش میں ہے اور ذرا سی آہٹ پا کر اس تک پہنچ سکتا ہے تو وہاں پر تو سانس بھی آہستہ لیا جاتا ہے کہ کہیں دشمن سانس کی آواز سن کر پہنچ نہ جائے۔ ایسے مقام پر رونے پیٹنے، گریبان چاک کرنے، سر پر مٹیاں ڈالنے کی کہانی گھڑنا کسی رافضی کا ہی کام ہوسکتا ہے صاحبِ عقل آدمی سے ایسی بوالعجبی کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا درایت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تفسیر ابنِ کثیر کے اس مقام پر جزع کا معنی بے قراری اور گھبراہٹ کیا جائے جس کا لغتِ عرب اور شیعہ کی مستند کتاب سے ثبوت پیش کیا جا چکا ہے۔

(۲) شیعہ ذاکر کی دوسری خیانت اس کے یہ الفاظ ہیں: ''نبی پاک فرماتے تھے رونے پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے اب تو بچ گئے ہیں'' یہ الفاظ صریح جھوٹ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطعاً یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ رونے پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے اب تو بچ گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جھوٹ بیان کر کے شیعہ ذاکر نے اپنے انجام کی خبر دے دی ہے اس لیے کہ فرمانِ نبوی ہے: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسماعیل) ''جو جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' غار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ قرآنِ مجید میں موجود ہے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ''غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جزع وہ تھا جو حزن کا ترجمہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اندر ہی اندر گھٹنے کا نام ہے۔ اگر چیخ چیخ کر واویلا کرتے یا ماتم کرتے تو دشمن کے ہاتھوں گرفتاری واضح تھی۔ لعن اللہ الرافضة ما اجهلهم۔

الغرض شیعہ ذاکرین کا سارا سرمایہ کذب بیانیوں اور خیانتوں پر مشتمل ہے۔ نہ تو سورۃ توبہ کی آیت 40 میں مروجہ ماتم یعنی سینہ کوبی و زنجیر زنی کرنے اور واویلا مچانے، گریبان چاک کرنے اور منہ پر طمانچے مارنے کی دلیل ہے اور نہ ہی تفسیر ابنِ کثیر میں ایسی کوئی بات ہے۔

☆**کذب نمبر 9:** جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے اندر سے درد کی لہر اٹھی بیٹا یوسف یاد آیا قرآن کہتا ہے **وَ تَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ وَ ابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ کَظِیۡمٌ ○** (سورۃ یوسف-84) حضرت یعقوب علیہ السلام نے ظالم بیٹوں کی طرف سے منہ دوسری طرف موڑ کر فرمایا ہائے میرا مظلوم یوسف۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا یٰۤاَسَفٰی ہائے یوسف عربی میں یٰۤاَسَفٰی نوحے کے لیے آتا ہے نوحہ قرآن سے ثابت ہے۔ کیا تم نے فقط تراویح کے لیے قرآن کو رٹا لگا رکھا ہے۔ امام اہلِ سنت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یٰۤاَسَفٰی کا یہی ترجمہ کیا ہے ہائے یوسف۔ مسلمانو! قرآن سے ہائے یوسف پڑھ لو تمہیں ہائے حسین کی بھی سمجھ آجائے گی۔ اگر زندہ کے غم میں رونا پیٹنا ناجائز ہوتا تو یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے غم میں نہ روتے پیٹتے۔

جواب: ہم اہلِ اسلام کو حکم ہے کہ مصیبت پر ماتم نہ کریں بلکہ صبر و رضا سے کام لیتے ہوئے استرجاع یعنی **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ** تلاوت کرنے پر اکتفاء کریں۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو عطا کیے ہیں اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دیئے گئے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فتوے کے مطابق یٰۤاَسَفٰی کے الفاظ استرجاع کے قائم مقام ہیں اس لیے نوحے اور ماتم کی دلیل نہیں بن سکتے بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر و استقامت کی دلیل قرار پائیں گے۔ شیعہ کی مستند تفاسیر (قمی، منہج الصادقین، مجمع البیان) میں ہے: **سُئِلَ اَبُوۡ عَبۡدِاللّٰهِ مَا بَلَغَ مِنۡ حُزۡنِ یَعۡقُوۡبَ عَلٰی یُوۡسُفَ قَالَ حُزۡنُ سَبۡعِیۡنَ ثَکۡلٰی بِاَوۡلَادِهَا وَقَالَ اِنَّ یَعۡقُوۡبَ لَمۡ یَعۡرِفِ الۡاِسۡتِرۡجَاعَ وَلِذَا قَالَ وَا اَسَفَاهُ عَلٰی یُوۡسُفَ** (تفسیر قمی، تفسیر منہج الصادقین، تفسیر مجمع البیان: زیر آیت سورۃ یوسف-84) ''امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے غم کس درجہ اور حد کو پہنچا ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا ایسی ستر عورتوں کے غم کے برابر جن کی اولاد مر گئی ہو۔ اور فرمایا چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام استرجاع یعنی **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ** سے واقف نہ

تھے اسی لیے یٰاَسفٰی عَلٰی یُوسُفَ کے الفاظ کہے۔'' یعنی اگر استرجاع کے الفاظ انہیں عطا ہوئے ہوتے تو وہی کہتے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا استرجاع کی بجائے یٰاَسفٰی عَلٰی یُوسُف کہنا دلیلِ ماتم نہیں بن سکتا۔ کیا شیعہ ذاکرین یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ الفاظ کہنے کے ساتھ ساتھ اپنا گریبان پھاڑ دیا ہو، بال بکھیر لیے ہوں، اپنے منہ پر طمانچے مارے ہوں اور سینہ زنجیر زنی کر کر کے لہولہان کر دیا ہو۔ مروجہ ماتم کے ان سارے لوازمات کی یٰاَسفٰی عَلٰی یُوسُف کہنے سے نسبت کیا ہے؟ اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے مروجہ ماتم نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا تو پھر ان کے مذکورہ بالا الفاظ کو ماتم قرار دینا اور ان پر ماتم کرنے کی تہمت لگانا ان پر جھوٹ باندھنا ہے یا نہیں؟ اور ان کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟ اور اللہ کے نبیوں کے ساتھ جھوٹ منسوب کرنے اور ان کی جناب کی گستاخی کی سزا جہنم ہے یا نہیں؟ کاش شیعہ ذاکر کو قرآنِ مجید کے مفاہیم کی من مانی تعبیر پیش کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہوئے وہ وقت بھی یاد رہتا جب خالقِ کائنات کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔

شیعہ حضرات کی مقبولِ عام اردو تفسیر نے بھی یٰاَسفٰی عَلٰی یُوسُف کو ماتم قرار نہیں دیا بلکہ فقط کلمۂ تاسف کہا۔ ملاحظہ کیجئے: ''یٰاَسفٰی عَلٰی یُوسُف اسف امرِ گذشتہ پر حد سے زیادہ رنج اور حسرت کو کہتے ہیں اور الف مقصورہ یائے متکلم کا بدل ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا فقط یوسف علیہ السلام کے لیے تاسف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو یوسف علیہ السلام کے ملنے کی امید تھی اور باوجود اتنا طویل زمانہ گذر جانے کے گویا یہ مصیبت بھی ان کی تازہ ہی تھی۔ تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ یعقوب علیہ السلام کا حزن یوسف علیہ السلام کے بارے میں کس حد کو پہنچ گیا تھا؟ فرمایا ستر عورتوں کے رنج کے برابر جن کی اولاد مر گئی ہو۔ تفسیر قمی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ سے واقف نہ تھے اسی لیے یٰاَسفٰی عَلٰی یُوسُف فرمایا۔ حدیثِ نبوی میں ہے کہ سوائے امتِ محمدی کے اور کسی امت کو مصیبت کے وقت کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ نہیں عطا کیا گیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب یعقوب علیہ السلام پر سخت مصیبت پڑی تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ نہیں کہا بلکہ یٰاَسفٰی عَلٰی یُوسُفَ کہا۔'' (تفسیر مقبول احمد دہلوی: صفحہ 390: مطبوعہ دہلی)

شیعہ ذاکر نے اپنے خطاب میں آیت تلاوت تو مکمل کی تھی مگر یَـآ اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ تک ترجمہ کر کے تفسیر بالرائے میں مشغول ہو گیا۔ آیت کے بقیہ حصے وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰـــہُ مِنَ الْحُزْنِ فَھُوَ کَـــظِیْـمٌ ٥ (سورۃ یوسف-84) کا ترجمہ اس نے اس لیے نہیں کیا کہ اس سے اس کے خوابوں کا محل زمیں بوس ہو جاتا۔ آیئے شیعہ مترجم مقبول احمد دہلوی سے اس کا ترجمہ کرا لیتے ہیں تا کہ حقیقتِ حال واضح ہو جائے: ''اور غم واندوہ سے ان کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں اس لیے کہ وہ رنج کو ضبط کرنے والے تھے۔'' (ترجمہ مقبول احمد دہلوی: صفحہ 390: مطبوعہ دہلی) حضرت یعقوب علیہ السلام تو اپنے حزن و ملال کو ضبط کئے رہے اور صبر و رضا کی عظیم داستان رقم فرما گئے، آنسوؤں کی جھڑیاں ان کی آنکھوں سے رواں رہیں یہاں تک کہ آنکھیں سفید ہو گئیں مگر سینہ کوبی کی نہ زنجیر زنی، سیاہ لباس پہن کر واویلا کیا نہ ہی منہ پر طمانچے مارے۔ دل دکھ سے بھرا ہوا تھا مگر کظیم تھے اس لیے صبرِ جمیل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور شیعہ ذاکرین ہیں کہ اپنی ہی تفاسیر کے برعکس ان کو مروجہ ماتم کا مرتکب ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ فیا للعجب!

حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصیبت، دکھ اور غم و حزن کے دور میں صبر کا دامن تھامے رکھا اور جب حضرت یوسف علیہ السلام مل گئے تو ان کے دل سے بھی غم جاتا رہا اور اس کے بعد کبھی انہوں نے اپنے سابقہ دورِ مصیبت کی یاد تازہ کرنے کے لیے غمِ یوسف کی مجلس منعقد کی اور نہ ہی ماتم برپا کیا۔ اسی طرح حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبت بھی وقتی تھی اب آپ جنت میں پہنچ کر نوجوانانِ جنت کی سرداری کے مقامِ رفیع پر فائز ہو چکے ہیں، دورِ ابتلاء ختم ہو چکا ہے اور شہادت سے سرفراز ہو کر جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے رب کی نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں اور خوش کن زندگی گزار رہے ہیں یہ موقع ماتم کرنے اور ہائے حسین ہائے حسین کرنے کا ہے یا آپ کی عظمتوں کو سلام کرنے کا ہے؟ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے دورِ ابتلاء میں ماتم نہ کیا بلکہ صبر کے پیکر بنے رہے یوں ہی اہلِ بیت نے دورِ آزمائش میں صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا اور ماتم کیا نہ کرایا اور جس طرح مصیبت و غم کا دور گزر جانے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس دور کی یاد تازہ کرنے کے لیے کبھی مجلسِ ماتم برپا نہیں کی اسی طرح اہلِ بیت کے غموں کی یاد تازہ کرنے کے لیے بھی مجلس و جلوسِ ماتم کی شرعاً گنجائش نہیں ہے۔

شیعہ ذاکر کے مذکورہ خطاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ نہ تو اس نے اپنے مسلک و مذہب کی کتب پڑھ رکھی ہیں اور نہ ہی دوسروں کی۔ اور اگر پڑھ رکھی ہیں تو اپنی مذہبی فطرت کے ہاتھوں دھوکہ و خیانت پر

مجبور ہے اور سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنا کر پیسہ بٹورنا اس کا پیشہ ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوتیں تو اشرفعلی تھانوی جیسے شخص کو ''امامِ اہلِ سنت'' ہرگز نہ کہتا۔ اس لیے کہ حسام الحرمین میں تھانوی کے کفر پر 33 علماءِ حرمین شریفین اور الصوارم الہندیہ میں 268 علماءِ پاک و ہند کے فتوے موجود ہیں۔ جس شخص کے کفر پر عرب وعجم کے مسلمانوں کا اجماع منعقد ہو چکا ہو اور اتنی کثرت سے علماءِ حق اہلِ سنت و جماعت نے کفر کے فتوے دیئے ہوں اسے ''امامِ اہلِ سنت'' قرار دے کر اپنے باطل مذہب کو عوام کے سامنے سچا کر دکھانے کی کوشش کو جنون ہی کہا جا سکتا ہے۔

☆**کذب نمبر 10:** لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ○ (سورۃ النساء-148) سوء کا ترجمہ بخاری میں جزع فزع آیا ہے رونا پیٹنا، آیت کا ترجمہ بخاری کی روایت کے مطابق یہ بنتا ہے اللہ نہیں پسند کرتا بلند آواز سے قولِ سوء کا مظاہرہ کرنا رونا پیٹنا واویلا کرنا گریبان چاک کرنا سر میں مٹی ڈالنا ماتم کرنا اِلَّا مَنْ ظُلِم وہاں پسند کرتا ہے جہاں کوئی مظلوم ہو جائے۔ کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا سکینہ کا بابا مظلوم نہیں تھا؟ یہ آیت مظلوم کے غم میں ماتم کی اجازت دیتی ہے۔

جواب: آیت کا ترجمہ اور تفسیر شیعہ مترجم ومفسر مقبول احمد دہلوی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

ترجمہ: اللہ لفظوں میں کھول کر بدی بیان کرنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جو ستایا گیا ہو اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

تفسیر: اَلْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مدد طلب کرنے میں کسی کو برا بھلا کہا جائے اِلّا جس شخص پر ظلم کیا گیا ہو اس کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ ظالم کے برخلاف اتنی مدد مانگے جتنی مدد دینی دین میں جائز ہے اور اس مدد مانگنے میں اگر وہ ظالم کی برائی بیان کرے تو کوئی حرج نہیں۔ طلبِ نصرت کی نظیر دوسری جگہ بھی قرآنِ مجید (الشعراء۔۲۲۷) میں موجود ہے وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ (بعد اس کے کہ ان پر

ظلم کیا گیا انہوں نے مدد مانگی) تفسیر قمی میں مضمون مندرجہ بالا کے قریب قریب ہے اور ایک اور حدیث اس کی تفسیر میں یہ وارد ہے کہ فرمایا اگر تمہارے پاس کوئی شخص آ کر یہ کہے کہ تم میں کوئی خیر وخوبی نہیں اور تم نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تو اس کی اس بات پر خاموش نہ رہو بلکہ اس کو جھٹلاؤ کیونکہ اس نے تم پر ظلم کیا۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر مہمان کسی شخص کے ہاں آ کر اترے اور وہ اس کی ٹھیک ٹھیک مہمانی نہ کرے تو اس کے ذمہ کچھ خرابی نہیں ہے اگر میزبان کی اس بدسلوکی کا ذکر زبان پر لائے۔ تفسیر عیاشی میں انہی حضرت (امام جعفر صادق) سے منقول ہے کہ جو شخص کسی گروہ کو مہمان بلائے اور پھر ان کی مہمانی اچھی طرح نہ کرے تو وہ ان لوگوں میں سے ہوا جنہوں نے ظلم کیا اور مہمانوں کے ذمہ کچھ عیب نہیں ہے اگر وہ اپنی مظلومی کا ذکر زبان پر لائیں اور انہیں حضرت سے اَلْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ کے یہ معنی منقول ہیں کہ جو کسی شخص کی واقعی حالت ہو وہ بیان کر دے (بڑھا کر کچھ نہ کہے اور بلا علمِ صحیح کچھ نہ کہے) اور جس امر میں گواہوں کی تعداد مقرر ہے جب تک ان کے گواہ موجود نہ ہوں کچھ نہ کہے۔
(ترجمہ مقبول وتفسیر: مقبول احمد دہلوی: صفحہ 161: مطبوعہ دہلی)

قارئین! بقول شیعہ مترجم ومفسر مقبول احمد اَلْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ کا معنی ہے ''لفظوں میں کھول کر بدی بیان کرنا''۔ نیز شیعہ کی مستند تفاسیر (مجمع البیان، قمی، عیاشی) کے حوالہ جات دے کر ائمۂ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا مؤقف پیش کیا گیا کہ یہاں پر مظلوم کا ظالم کے ظلم کو بیان کر کے اس کے خلاف کسی سے مدد لینا مراد ہے اور قرآنِ مجید نے مظلوم کو یہ حق دیا ہے کہ ظالم کے خلاف بول کر اس کو بے نقاب کرے۔ اس عمل کا شیعہ کے مروجہ ماتم سے کیا تعلق ہے؟ کہاں اپنی زبان سے کسی کے خلاف بات کرنا اور اس کے ظلم وستم کا پردہ چاک کرنا اور کہاں سرِ بازار مرد وخواتین کا گریبان چاک کرنا، منہ پر طمانچے مارنا، سینے پر زنجیریں مارنا اور واویلا کرنا۔ شیعوں کے وکیلِ صفائی نے اس آیت کا جو مفہوم پیش کیا ہے وہ اس کے اپنے مذہب کی مستند تفاسیر کے مطابق سراسر غلط ہے اور تحریفِ قرآن وتفسیر بالرائے ہے۔ امامِ حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء (جن پر ظلم ہوا تھا) یزیدیوں کے مظالم کی داستانیں بیان کرتے تو ان کا یہ عمل مکروہ نہ ہوتا بلکہ اس آیت کی رو سے جائز ہوتا مگر انہوں نے اس آیت کو سامنے رکھ کر نہ گریبان چاک کیے نہ زنجیر زنی کی اور نہ منہ پر طمانچے مارے نہ واویلا کیا تو معلوم ہوا کہ شیعہ ذاکر کا بیان اہلِ بیتِ کرام کے قول کے بھی خلاف ہے اور عمل کے بھی۔

نیز مظلوم کے لیے لفظوں میں کھول کر بدی بیان کرنا محض جائز اور مباح ہے ثواب یا عبادت نہیں ہے چہ جائے کہ ماتم اور واویلا اور وہ بھی ثواب سمجھ کر۔

جس طرح آیت کے مفہوم کو بیان کرنے میں دھوکہ دہی کو کام میں لایا گیا ہے یونہی بخاری شریف کی روایت کا مطلب بھی غلط بیان کیا گیا۔روایتِ بخاری کے الفاظ یہ ہیں: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ الْجَزْعُ الْقَوْلُ السَّيِّءُ وَالظَّنُّ السَّيِّءُ (صحیح بخاری کتاب الجنائز) ''محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ جزع سے مراد برے لفظ کہنا اور برا گمان رکھنا ہے۔'' یعنی مروجہ ماتم بری بات اور برا گمان ہے۔ان الفاظ سے یہ مطلب اخذ کرنا کسی عاقل سے متصور نہیں کہ ہر بری بات ''مروجہ ماتم'' ہوتی ہے۔ ہر ماتم کو قولِ سوء کہا جا سکتا ہے مگر ہر قولِ سوء کو مروجہ ماتم نہیں کہا جا سکتا۔مثلاً جھوٹ بولنا، حسد کرنا، دھوکہ دینا بری بات ہے مگر ان کو ماتم نہیں کہا جا سکتا۔اور ہائے حسین ہائے حسین کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے سینہ اور گالوں پر طمانچے مارنا اور واویلا کرنا قولِ سوء بھی ہے اور عملِ سوء بھی۔امامِ بخاری نے مروجہ ماتم کو بری بات کہا ہے اور شیعہ ذاکر اسے سب سے بڑی عبادت قرار دے رہا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے بخاری شریف کی روایت کا الٹا مفہوم بیان کر رہا ہے۔ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

☆**کذب نمبر 11:** وَإِذَا سَمِعُوا مَآ أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى أَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (سورۃ المائدہ-83)

اللہ فرماتا ہے میرے رسول جو آیات میں نے تجھ پر نازل کی ہیں مومن ان کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھیں برستی ہیں کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ اہلِ بیت کے دکھوں کو یاد کر کے رو کر حق کو پہچاننے والوں کی لسٹ میں آجاؤ اور ماتمی بن جاؤ یا پھر وَكَانَ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔

جواب: آیت کا ترجمہ اور تفسیر مولوی مقبول احمد دہلوی شیعی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

ترجمہ: اور جس وقت وہ اسے سنتے ہیں جو کچھ رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے (اور وہ یہ) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پس تو ہم کو (بھی) گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

تفسیر: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ تفسیرِ قمی میں ان آیات کی شانِ نزول میں یہ لکھا ہے کہ قبل ہجرت مکہ معظّمہ میں قریش نے جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اوران لوگوں کو جوآنحضرتؐ پرایمان لائے تھے بہت ایذا پہنچائی تو آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ حبشہ چلے جائیں اور جعفر ابنِ ابی طالب کوحکم دیا کہ ان کے ساتھ جائیں پس جعفر حسب الحکم ستر مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر جہاز پر سوار ہوئے، ادھر جب قریش کوخبر ہوئی تو انھوں نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو نجاشی بادشاہِ حبشہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان مہاجرین اولین کو قریش کے حوالہ کر دے، مہاجرین نے بادشاہ کی پناہ لی اور وکلاءِ قریش نے دعویٰ دائر کیا، بادشاہ نے طرفین کے بیانات پوری توجہ سے سنے اور قریش کے وکیلوں کو ناکام واپس کر دیا۔ یہاں جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ خود مدینہ منورہ کو ہجرت فرما گئے، قریش کے ساتھ کئی معرکے پیش آئے، یہاں تک کہ صلح حدیبیہ ہوئی، بعد فتح خیبر مہاجرین اولین کو جنابِ رسولِ خداؐ نے مدینہ بلوایا، امِ حبیبہ بنتِ ابو سفیان خواہرِ معاویہ بھی حبشہ میں تھیں آنحضرتؐ نے نجاشی کو تحریر فرمایا کہ اسے میری طرف سے پیغام عقد کا دے دے چنانچہ نجاشی نے منجانب رسولِ خداؐ پیغام پہنچایا اور قبول کرنے پر چار سو اشرفی مہر اپنے پاس سے ادا کر دیا اور بہت سے نفیس لباس اور خوشبوئیں بطورِ جہیز کے دے کر آنحضرتؐ کے پاس بھیج دیا اور ماریہ قبطیہ کو بھی جن سے آئندہ ابراہیم تولد ہوئے آنحضرتؐ کے پاس بھیجا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں بہت سے لباس اور خوشبوئیں اور بہت سے گھوڑے اور تیس اشخاص علمائے مذہبِ عیسوی بھیجے اور ان سے یہ کہہ دیا کہ آنحضرتؐ کی ہر بات کو غور سے دیکھیں جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو آنحضرت نے دینِ اسلام کی دعوت دی اور قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا۔ جو آیت آنحضرتؐ نے سنائی وہ یہ تھی اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ سے اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ تک (ترجمہ اسی سورۂ مائدہ کے آخر میں ملاحظہ کیجئے) وہ علماء یہ سن کر رو پڑے اور ایمان لے آئے نجاشی کے پاس واپس گئے آنحضرت کی اس کو خبر دی اور جو کلامِ خدا سنا تھا وہ بھی جا کر سنایا نجاشی بھی وہ کلام سن کر رویا اور وہ علماء پھر روئے نجاشی نے اسلام قبول کر لیا مگر اہلِ حبشہ پر اپنے اسلام کا اظہار نہیں ہونے دیا اس لیے کہ اپنی جان کا اندیشہ تھا پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضری کے قصد سے حبشہ سے روانہ ہوا اور سمندر عبور کرتے میں انتقال کیا رحمۃ اللہ علیہ۔

(ترجمہ وتفسیر مقبول احمد دہلوی: صفحہ 193)

کہیے قارئینِ محترم! اس آیتِ مبارکہ کا شیعہ کے مروجہ ماتم سے کیا رشتہ ہے؟ یہاں ذکر ہے

تلاوتِ قرآن مجید سن کر آنکھوں سے آنسو رواں ہونے کا، اس سے زنجیر زنی و سینہ کوبی کہاں سے ثابت ہو گئی؟ کیا اس آیتِ مبارکہ کو ماتم کی دلیل بنانا تفسیر بالرائے نہیں ہے اور مفہومِ قرآن بدلنے کی سازش نہیں ہے؟ العیاذ باللہ۔

مزید برآں رونا تو محلِ اختلاف ہے ہی نہیں، اختلاف تو منہ اور سینہ پیٹنے، زنجیر زنی کرنے اور واویلا مچانے سے ہے، ہمت ہے تو اس کا ثبوت قرآنِ مجید سے لائیں۔

کاش یہ لوگ اس آیتِ مبارکہ کی روح پر عمل کرتے ہوئے قرآنِ مجید سن کر اس پر غور وفکر کریں اور حق کو پہچان کر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں اور گمراہی کے اندھیروں سے نکل آئیں۔

☆**کذب نمبر 12:** فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ○ (سورۃ الذاریات-29) تفسیر موضح القرآن میں امامِ اہلِ سنت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے پھر آئی حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ اس نے منہ پیٹ لیا افسوس سے۔ حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کا ماتم اس آیت میں نہ ہو تو میں مذہب چھوڑنے کو تیار ہوں۔ حضرت ابراہیم کی ایک بیوی کی سنت صفا مروہ پر دوڑنا یاد ہے اور دوسری بیوی کی سنت ماتم کرنا بھول گئے ہو؟

جواب: بیٹے کی ولادت کی خوشخبری سن کر ماتم؟ سچ ہے ''جب دین جاتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے'' یہ آیت شیعہ حضرات کے مروجہ ماتم کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی اس لیے کہ ماتم کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے اور یہ موقع غم، افسوس اور مصیبت کا نہیں تھا بلکہ خوشی کا موقع تھا۔ فرشتوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ایک ذی علم بیٹے کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے حیاء سے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے چہرہ پر ہاتھ مارا کیونکہ جب کسی عورت کے ہاں پہلی مرتبہ اولاد ہونے والی ہو اور اس کے سامنے بچے کی ولادت کا تذکرہ چھڑ جائے تو اس کو حیاء آتی ہے۔ چہرے پر ہاتھ مارنے کی دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عورتوں کی عموماً یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کوئی عجیب بات سنتی ہیں تو اظہارِ تعجب کے لیے اپنے چہرے پر ہاتھ مارتی ہیں۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت نوے برس ہو چکی تھی اس عمر میں بچے کی ولادت یقیناً تعجب والی بات تھی تو انہوں نے عورتوں کی عادت کے مطابق چہرے پر ہاتھ مار کر اپنی حیرانگی کا اظہار کیا۔ شیعہ حضرات کی مستند تفاسیر میں یہی کچھ لکھا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

(۱) تفسیر قمی: ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی: جلد 2 صفحہ 330: مطبوعہ ایران

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ اَیْ فِیْ جَمَاعَةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا اَیْ غَطَّتْهُ بِمَا بَشَّرَهَا جِبْرَئِیْلُ بِاِسْحَاقَ "پس حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جماعت میں آئیں تو آپ نے شرم وحیاء کے ساتھ اپنا چہرہ چھپالیا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے انہیں حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی تھی۔"

(۲) تفسیر منہج الصادقین: فتح اللہ کاشانی: جلد 9 صفحہ 43: مطبوعہ ایران

مقاتل و کلینی گفته اند که انگشتها را جمع کرد و بر جبینِ خود زد و این از عادت زنان است در وقتیکه تعجب کنند و گویند که در این حال که این مژده شنید دم حیض در خود یافت و بجهت حیا طمانچه بر روئے خود زد "مقاتل اور کلینی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے ماتھے پر رکھا اور ایسا کرنا عورتوں کی عادت ہوتی ہے جبکہ وہ کسی بات پر تعجب کریں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ اس خوشخبری کو سنتے ہی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا خونِ حیض جاری ہو گیا اور شرم وحیاء کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔"

(۳) تفسیر صافی: فیض الکاشانی: جلد 2 صفحہ 608: مطبوعہ ایران

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا قِیْلَ فَلَطَمَتْ بِاَطْرَافِ الْاَصَابِعِ جِبْهَتَهَا فِعْلَ الْمُتَعَجِّبِ وَالْقُمِّیُّ اَیْ غَطَّتْهُ "کہا گیا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے انگلیوں کے کناروں کو اپنے منہ پر مارا جیسا کہ کوئی تعجب کرنے والا حالتِ تعجب میں کرتا ہے اور قمی نے کہا ہے کہ آپ نے از روئے حیاء اپنے چہرے کو چھپالیا تھا۔"

(۴) تفسیر مجمع البیان: ابوعلی فضل بن حسن طبرسی: جلد 9 صفحہ 238: مطبوعہ ایران

(فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) اَیْ جَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ جَبِیْنَهَا تَعَجُّبًا "حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کی انگلیوں کو اکٹھا کر کے بطور تعجب اپنی پیشانی پر مارا۔"

(۵) التبیان فی تفسیر القرآن: ابوجعفر محمد بن حسن طوسی: جلد 9 صفحہ 388: مطبوعہ بیروت

ضَرَبَتْ وَجْهَهَا تَعَجُّبًا "حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے تعجب سے اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا۔"

قارئینِ محترم! ہوسکتا ہے حیدری صاحب اپنے مذہب کی تفسیروں کو بھی جھٹلا دیں مگر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب کے طور پر منہ پر ہاتھ مارنا تو خود قرآنِ مجید سے ثابت ہے ارشادِ ربانی ہے: قَالَتْ

يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ o قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ o (سورۃ ہود 73-72)

''(حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے) کہا ہائے خرابی کیا میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے۔ بے شک یہ تو عجیب بات ہے۔ فرشتے بولے کیا اللہ کے کام میں تعجب کرتی ہو، اللہ کی رحمت اور برکتیں تم پر اس گھر والو، بے شک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔''

(۱) شیعوں کا مروجہ ماتم سینہ کوبی، زنجیر زنی، رخسار زنی وغیرہ افعال کا مجموعہ ہے جب کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہ کا عمل چہرے پر ہاتھ رکھ کر اسے چھپانا ہے، شیعوں کا ماتم اظہارِ غم کے لیے ہے جب کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا عمل شرم وحیاء کا مظہر ہے یا پھر تعجب کا انداز ہے، شیعوں کا ماتم امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے سوگ کے لیے ہے جب کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ عمل بیٹے کی ولادت کی خوشی میں ہے۔ وکیلِ رافضیت صاحب! شیعوں کے مروجہ ماتم اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے عمل میں مناسبت ثابت کریں تاکہ ان کا عمل ماتم کی دلیل بن سکے۔

(۲) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ عمل اگر وکیلِ شیعہ کے نزدیک دلیلِ ماتم ہے تو یہ دلیل ان کے مذہب کے مستند مفسرین کو کیوں نظر نہیں آئی ؟

(۳) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا خوش خبری سن کر اظہارِ تعجب کرنا یا شرم وحیا کے باعث چہرہ چھپانا اگر دلیلِ ماتم ہے تو شیعوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی ولادت کی خبر ملنے پر زنجیر زنی اور سینہ کوبی ورخسار زنی کیا کریں۔

اب رہ گیا معاملہ موضح القرآن کا تو عرض یہ ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بچے کی ولادت کی خوشخبری مل رہی ہے اور موضح القرآن میں آیت کا ترجمہ کیا جارہا ہے ''منہ پیٹ لیا افسوس سے''۔ ہمیں بتایا جائے کہ وہ کون سا مذہب ہے یا معاشرہ ہے جس میں بچوں کی ولادت پر افسوس کیا جاتا ہے اور منہ پیٹ کر ماتم کیا جاتا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ وتفسیر اصل حالت میں موجود ہی نہیں ہے اور تحریف شدہ ہونے کی بناء پر اہلِ سنت کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی رقم طراز ہیں: ''اردو زبان میں سب سے پہلا ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر

دہلوی علیہما الرحمۃ والرضوان نے کیا ہے لیکن وہ لوگ جن کے خمیر ہی میں فکر ونظر کی تضلیل ہے انہیں کب گوارہ ہوسکتا ہے کہ اسے لفظی اور معنوی سقم سے خالی رہنے دیں انہوں نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے آغازِ امر ہی میں اپنی فنی چابک دستی دکھائی اور حسبِ ضرورت جابجا تصرف اور ترمیم وتبدیل کردی۔ اس لیے علمائے اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک یہ ترجمے قابلِ اعتبار واستناد نہیں رہ گئے۔'' (امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات: صفحہ 111: مطبوعہ ملتان) ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ لکھتے ہیں: ''ان (شاہ ولی اللہ دہلوی) کے بیٹوں شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر نے دیکھا کہ فارسی بھی ہندوستان میں چند دن کی مہمان ہے لہٰذا مولانا شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا اردو میں لفظی ترجمہ کرڈالا (لفظ کے نیچے لفظ) اور مولانا شاہ عبدالقادر نے بامحاورہ ترجمہ کیا۔ دوسو برس قبل کی بامحاورہ اردو میں، لیکن زبان وبیان کی قدامت کے باعث ان ترجموں سے اردوخوان طبقہ کے لیے استفادہ ممکن نہیں تھا، علاوہ ازیں تقویۃ الایمان کے مکتبۂ فکر کے علماء نے اپنے عقائد کے مطابق ان ترجموں میں کہیں کہیں تصرف بھی کر دیا تھا۔'' (محاسنِ کنزالایمان: صفحہ 13: مطبوعہ آزاد کشمیر) قارئینِ محترم! اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے وکیلِ شیعہ کا ایسی ناقابلِ اعتبار واستناد تحریف شدہ کتاب کا سہارا لیناس کے مذہب کی کمزوری کی ایک مضبوط دلیل ہے۔

☆**کذب نمبر 13:** بخاری شریف کتاب التہجد صفحہ نمبر 181 راوی کہتا ہے فاطمہ کے دروازے پر حضور اپنی رانوں پر ماتم کررہے تھے۔ فتح الباری شرح بخاری میں امام ابنِ حجر عسقلانی نے جلد 3 صفحہ نمبر 9 پر لکھا ہے کہ **فیه جواز ضرب الفخذ عند التأسف** اس سے ثابت ہوا کہ افسوس کے وقت ماتم کرنا جائز ہے۔

جواب: سب سے پہلے بخاری شریف کی حدیث کا متن اور ترجمہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کو حقیقتِ حال کو سمجھنے میں آسانی رہے:

اَخبَرَنِی عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ اَنَّ حُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ اَخبَرَہٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِی طَالِبٍ اَخبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَ فَاطِمَۃَ بِنْتَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَیْلَۃً فَقَالَ اَلَاتُصَلِّیَانِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْفُسُنَا بِیَدِاللّٰہِ فَاِذَا شَآءَ اَنْ یَّبْعَثَنَابَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِیْنَ قُلْنَا ذٰلِکَ وَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیَّ شَیْئًاثُمَّ سَمِعْتُہٗ وَ ھُوَ مُوَلٍّ یَضْرِبُ فَخِذَ ہٗ وَھُوَ یَقُوْلُ وَ کَانَ الْاِنْسَانُ

اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ''مجھے خبر دی علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے، انہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہیں حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ان کو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہے تو اٹھ جاتے ہیں جب ہم نے یہ کہا تو آپ لوٹ گئے اور ہماری طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ پھر میں نے سنا کہ آپ ران (زانو) پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے اور انسان سب سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔''

اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کو شیعہ کے مروجہ ماتم کی دلیل قرار دیا جاسکے۔ جہاں تک یَضْرِبُ فَخِذَہٗ کے الفاظ ہیں تو ان سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا تو ثابت ہے مگر آپ نے ایسا کیوں کیا اس کی صراحت نہیں ہے۔ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مختلف تاویلات ذکر کی ہیں۔ مثلاً:

(۱) **فیه جواز ضرب الفخذ عند التأسف**

''اس میں افسوس کے موقع پر زانو پر ہاتھ مارنے کا جواز ہے۔''

(۲) **و قال ابن التین کره احتجاجه بالآیة المذکورة، و اراد منه ان ینسب التقصیر الی نفسه**

''اور ابنِ تین نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ران پر ہاتھ اس لیے مارا کہ تلاوت کردہ آیت سے دلیل پکڑنا آپ کو اچھا نہ لگا اور آپ نے تقصیر کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ارادہ فرمایا۔''

(۳) **و نقل ابن بطال عن المهلب قال فیه انه لیس للامام ان یشدد فی النوافل حیث قنع صلی اللّٰه علیه وسلم بقول علی رضی اللّٰه عنه ''انفسنا بیداللّٰه'' لانه کلام صحیح فی العذر عن التنفل، ولو کان فرضا ما عذره**

''اور مہلب سے ابنِ بطال نے نقل کیا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو نوافل کی ادائیگی کے لیے سختی کرنا نامناسب ہے، دیکھتے نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عذر انفسنا بیداللّٰہ کو سن کر کچھ نہ کہا کیونکہ نفلی نماز کے چھوڑنے کے لیے یہ معقول اور صحیح عذر ہے اور فرائض کا معاملہ ہوتا تو یہ عذر قبول نہ ہوتا۔''

(۴) قال و اما ضربه فخذه و قرأته الآية فدال على انه ظن انه احرجهم فندم على انباههم

''اور انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا اور آیتِ کریمہ کا تلاوت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے اپنے بارے میں گمان کیا کہ میں نے انہیں نمازِ تہجد کا کہہ کے کچھ تنگ کیا ہے تو آپ نے از روئے ندامت اپنے زانو پر ہاتھ مارا۔''

(۵) وقال النووی المختار انه ضرب فخذه تعجبامن سرعة جوابه و عدم موافقته له على الاعتذار بما اعتذر به ، والله اعلم. (فتح الباری شرح صحیح بخاری: امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ: جلد 3 صفحہ 11: مطبوعہ ریاض سعودی عرب)

''اور امام نووی کا کہنا ہے کہ مختار یہ ہے کہ آپ نے اس لیے زانو پر ہاتھ مارا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب کی سرعت سے تعجب میں پڑ گئے اور اس لیے بھی کہ ان کا جواب آپ کے خیالات سے مطابقت نہ رکھتا تھا، واللہ اعلم۔''

قارئینِ محترم! کئی احتمالات میں سے اپنی مرضی کے ایک احتمال کو لے لینا اور اس سے ایک ایسی چیز ثابت کرنے کی کوشش کرنا جو صراحتاً قرآن وسنت سے متصادم ہو قطعاً روا نہیں ہے۔ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف احتمالات ذکر کیے مگر قولِ مختار کے طور پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جواب کی برجستگی اور اپنے خیالات سے عدم مطابقت پر تعجب کے اظہار کے لیے زانو پر ہاتھ مارا۔ اگر شیعہ کے نزدیک اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زانو پر ہاتھ مارنا مروجہ ماتم کی دلیل ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شیعہ اس بات پر تعجب کا اظہار کرنے کے لیے ماتم کرتے ہیں کہ ہمارے بڑوں نے خود خط لکھ کر امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا اور ان کو پورے خاندان سمیت قتل کیا تا کہ ان کا نام ونشان تک مٹ جائے مگر آج تک ان کا نام زندہ ہے اور ان کا چرچا کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

اگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی موت پر اظہارِ غم کے لیے اپنی ران پر ہاتھ مارا ہوتا اور واویلا کیا ہوتا تو شیعوں کے لیے دلیلِ ماتم حاصل ہو جاتی مگر یہ موت یا مصیبت کا وقت نہ تھا کہ اس عمل کو شیعہ کے مروجہ ماتم کی اصل مانا جا سکے۔ اور جہاں تک مصیبت کے وقت زانو پر ہاتھ مارنے کا تعلق ہے تو

آیئے شیعہ حضرات کی مستند کتب کے حوالوں کے ساتھ ائمہٴ اہلِ بیت سے فیصلہ کرا لیتے ہیں کہ یہ کیسا عمل ہے:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ عِنْدَ الْمُصِیْبَۃِ اِحْبَاطٌ لِّاَجْرِہٖ (الفروع من الکافی: ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی: جلد 3 صفحہ 224: مطبوعہ ایران) ''حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔''

مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: یَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰی قَدْرِ الْمُصِیْبَۃِ وَ مَنْ ضَرَبَ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ عِنْدَ مُصِیْبَۃٍ حَبِطَ عَمَلُہٗ (نہج البلاغہ: صفحہ 495: مطبوعہ بیروت) ''صبر کا نزول مصیبت کی مقدار پر ہوتا ہے۔ جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زانو پر ہاتھ مارا تو اس کے اچھے عمل ضائع ہو گئے۔''

فروعِ کافی سے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان پیش کر دیا ہے جس کے راوی حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ مذکورہ بالا فرمانِ نبوی کے تحت مصیبت کے وقت زانو پر ہاتھ مارنا جائز نہیں ہے۔ امامِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت کے ساتھ ساتھ مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان بھی ہم نے شیعہ حضرات کی مستند کتاب سے پیش کر دیا ہے اگر زانو پر ہاتھ مارنا ماتم کرنے کے مترادف ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے کے ساتھ ساتھ مولا علی المرتضیٰ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ اس ماتم سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور شیعہ حضرات ان فرامین کی خلاف ورزی کر کے نہ صرف یہ کہ اپنے اعمال برباد کر بیٹھے ہیں بلکہ اہلِ بیتِ کرام کی مخالفت کر کے متاعِ ایمان بھی کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ایمان سلامت ہوتا تو قرآن و سنت کے احکام کی دھجیاں بکھیر کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کا دھندہ نہ کرتے۔

☆**کذب نمبر 14:** مدارج النبوت جلد 2 صفحہ نمبر 421: بیرون آمد بلال دست بر سرزنان و فریاد کناں کاش نمی زائد مر مادرِ من حضرت بلال کو معلوم ہوا کہ نبی پاک

دنیا سے جانے والے ہیں تو انہوں نے ماتم کیا فرمایا یارسول اللہ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور میں اپنے کانوں سے آپ کے دنیا سے جانے کی خبر نہ سنتا۔ نبی پاک ابھی زندہ ہیں اور بلال ماتم کررہے ہیں۔اور رسول اللہ نے ان کو ماتم سے نہ روکا کہ ماتم نہ کرو جہنم میں جاؤ گے۔

جواب:

(۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بلا سند بیان کی ہے۔ جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو اس کی حقیقت نہیں جانی جاسکتی۔ان حالات میں اسے کیونکر دلیل بنایا جاسکتا ہے؟

(۲) جس عمل کی حرمت قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہو چکی ہو اس کو ایک ایسی روایت کے ذریعے کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے جس کی سند تک مفقود ہو؟

(۳) اس روایت کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے خوف سے نہایت بے بسی اور مایوسی کے عالم میں اپنے سر پر ہاتھ مارا۔اگر یہ روایت سندِ صحیح سے ثابت بھی ہو جائے تو اس سے سینہ کوبی کرنا، زنجیر زنی کرنا، سوگ کے لیے کالے کپڑے پہننا اور منہ پر طمانچے مارنا کیسے ثابت ہوگا؟ شیعہ کے مروجہ ماتم کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عمل کے ساتھ کیا نسبت ہے؟

(۴) کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یومِ وصال پر یہی عمل کیا؟ ہرگز نہیں۔تو پھر شیعہ کا ہر سال ماتم کرنا اس روایت سے کیسے ثابت ہوگا؟

(۵) مدارج النبوۃ کی مکمل روایت یوں ہے: ''ایک روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دے کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہو کر عرض کیا **السلام علیک یا رسول اللہ** اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنا سر پیٹتے اور فریاد کرتے باہر آئے۔چونکہ امید ٹوٹ چکی تھی اور کمر شکستہ ہوگئی تھی کہنے لگے کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر مجھے جنا تھا تو اس دن کے دیکھنے سے پہلے مجھے موت آجاتی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں نہ دیکھتا۔پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور کہا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ آگے بڑھیئے اور لوگوں کو نماز پڑھایئے۔''

اگر یہ روایت شیعہ کے نزدیک صحیح ہے تو اس سے سر پیٹنے کے ساتھ ساتھ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت وافضلیت بھی ثابت ہوئی۔ شیعہ کو چاہیے کہ اسے بھی تسلیم کریں۔ اور اگر روایت صحیح نہیں ہے تو اس سے استدلال نہ کریں۔

☆**کذب نمبر 15:** معارج النبوت جلد 4 صفحہ 96 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کی طلاق کی اطلاع ملی تو سر سے پگڑی اتار کر زمین سے خاک اٹھا کر سر میں ڈالی اور روتے پیٹتے رسول کے دروازے پر پہنچ گئے تو نبی پاک نے رجوع کر لیا۔ ماتم کی برکت سے نبی نے ٹوٹا ہوا نکاح جوڑا۔

جواب:

(۱) ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ یہ رطب و یابس سے لبریز ایک غیر مستند کتاب ہے جو کسی مستند ومحقق عالم کی تصنیف نہیں بلکہ محض ایک واعظ کے قلم کا کرشمہ ہے اس کی مذکورہ بالا بے سند روایت اہلِ سنت و جماعت پر حجت نہیں ہے۔

(۲) اگر یہ روایت سندِ صحیح سے ثابت بھی ہو جائے تو یہ احتمال پھر بھی موجود ہے کہ یہ واقعہ سر پر خاک ڈالنے کی حرمت سے پہلے کا ہو۔ اس احتمال کے ہوتے ہوئے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) یہی واقعہ حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مدارج النبوت میں بیان فرمایا ہے مگر وہاں پر نہ تو سر پر خاک ڈالنے کا ذکر ہے اور نہ ہی رونے پیٹنے کا۔ شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: چوں ایں خبر بعمر رسید متألم شد ''یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو بہت دکھ ہوا۔'' بیٹی کی طلاق پر دکھی ہونا اور غم زدہ ہونا فطری عمل ہے۔ یاد رہے کہ یہاں ''متألم'' کا لفظ ہے ''ماتم'' کا لفظ ہرگز نہیں ہے۔ شیعہ ذاکر نے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے کہہ دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتم کی برکت سے ٹوٹا ہوا نکاح جوڑا مگر یہاں ماتم والی بات ہی نہیں تھی فقط حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا متألم ہونا تھا کہ ''اس کے بعد جبریل علیہ السلام آئے اور وحی لائے کہ حکمِ الٰہی یہ ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمالیں کیونکہ وہ بہت روزہ دار اور شب بیدار ہیں اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔'' (اردو ترجمہ مدارج النبوۃ: مفتی غلام معین الدین نعیمی: جلد 2 صفحہ 556: مطبوعہ لاہور) معلوم ہوا کہ شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رجوع کی علت ماتم نہیں بلکہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا زہد وتقویٰ ہے اور جنت میں بھی نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہونا ہے۔

☆**کذب نمبر 16:** مدارج النبوت جلد 2 صفحہ نمبر 118 احد کے دوران نبی پاک کی شہادت کی خبراڑی تو فاطمہ زہراء ہاشمی عورتوں کو ساتھ لے کر ماتم کرتی ہوئی از مدینہ تا احد رسید جنت کی سردار بی بی تین میل تک ماتمی حلقہ لے کر گئی۔

جواب: حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمائی ہے: و از غرائب روایات ست که در معارج النبوة آورده --- ''اور معارج النبوۃ کی عجیب وغریب روایات میں سے ایک یہ بھی ہے ---'' معارج النبوۃ جیسی غیر مستند کتاب کی بے سند روایت جسے حضرت شیخ محقق نے غرائب میں شمار کر کے نا قابلِ اعتبار ٹھہرایا ہو اہلِ سنت و جماعت کے خلاف پیش کرنا شیعوں کے وکیل کا ہی کام ہوسکتا ہے کسی عقل مند آدمی سے تو ایسی توقع نہیں ہوسکتی۔ وہ ماتم جسے شیعہ نے سب سے بڑی عبادت قرار دے رکھا ہو، عبادت بھی ایسی کہ دس دن اس کو انجام دے لیں تو سال بھر نماز روزے سے بھی چھٹی مل جائے اس کے ثبوت میں کوئی صریح آیتِ قرآنی یا صحیح الاسناد روایت لانے کے بجائے ایسی روایات کا سہارا لینا جن کی سند تک مفقود ہو حیرت انگیز بات ہے اور شیعہ مذہب کی کمزوری کی قوی دلیل ہے۔

☆**کذب نمبر 17:** سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد 1 صفحہ 222 ستر شہید صحابہ میں سے ہر ایک کے گھر میں لاش سامنے رکھ کر کسی کی بیٹی نے ماتم کیا کسی کی بہن نے کسی کی ماں نے ماتم کیا شہید کا۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو تمام مدینہ ماتم کدہ تھا۔ آپ جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ کو عبرت ہوئی کہ سب کے عزیز واقارب ماتم داری کا فرض ادا کررہے ہیں لیکن حمزہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں ہے۔ رقت کے جوش میں آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا: اما حمزة فلا بواکی له لیکن حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں۔ انصار نے یہ الفاظ سنے تو تڑپ اٹھے۔ سب نے جا کر اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ دولت کدہ پر جا کر حضرت حمزہ کا ماتم کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینانِ انصار کی بھیڑ تھی اور حضرت حمزہ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔'' ماتم کرنے والی عورتوں کو حضور نے جو دعا دی شبلی نے پوری نہیں

لکھی مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 132 پر شیخ لکھتے ہیں رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنکُنَّ وَعَنْ اَوْلَادِکُنَّ وَ اَوْلَادِ اَوْلَادِکُنَّ اللہ تم پر راضی ہو تمہاری اولاد اور اولاد کی اولاد پر راضی ہو۔ نبی نے حضرت حمزہ کے ماتم کی برکت سے تین نسلوں کو رضی اللہ بنا دیا اور حسین تو خونِ رسول ہیں۔

جواب: یہاں شیعہ ذاکر نے تین دھوکے دیئے ہیں:

(ا) دعویٰ ہے اہلِ سنت کی کتب سے ماتم کا جواز ثابت کرنے کا اور حوالہ شبلی نعمانی کا دیا ہے جو ندوی فرقے کا اہم لیڈر گزرا ہے۔

ندویوں کے کفریہ عقائد کی تردید میں امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے **الجام السنة لاهل الفتنة** کے نام سے 1898ء میں فتویٰ لکھا اور حرمین شریفین کے اکابر علماء کی تصدیقات کے ساتھ **فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین** کے نام سے شائع کیا۔

اہلِ سنت تو اہلِ سنت ہیں ہر باطل فرقے کی تردید ان کا دینی فریضہ ہے مگر شبلی کے معاملے میں تو اس کے ہم عقیدہ دیوبندیوں کے پیشوا اشرفعلی تھانوی نے بھی پیچھے رہنا مناسب نہ سمجھا اور شبلی نعمانی کے خلاف فتویٰ کفر جاری کیا۔ (ملاحظہ کیجئے ''حکیم الامت -- نقوش و تاثرات'': عبدالماجد دریابادی: صفحہ 418: مکتبہ مدنیہ لاہور)

لٰہذا عرب و عجم جس کی بدعقیدگی پر متفق ہوں ایسے شخص کی تحریر اہلِ سنت پر حجت نہیں ہو سکتی۔

(۲) دوسرا دھوکہ یہ ہے کہ شبلی کی عبارت پوری پیش نہیں کی۔

شبلی نے مذکورہ بالا عبارت کے بعد لکھا: ''لیکن مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں (عرب میں دستور تھا کہ مُردوں پر عورتیں زور زور سے نوحہ اور بین کرتی تھیں، کپڑے پھاڑ لیتی تھیں، گال نوچتی، گالوں پر تھپڑ مارتی تھیں اور چیختی چلاتی تھیں، یہ رسمِ بد اسی دن سے بند کر دی گئی اور فرمایا گیا کہ آج سے کسی مُردہ پر نوحہ نہ کیا جائے۔ یہ بھی بعد کو ارشاد ہوا کہ اس طرح ماتم کرنا مسلمان کی شان نہیں۔)''

شبلی کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں، ماتم رسمِ بد ہے، ماتم کرنا مسلمان کی شان نہیں ہے اور یہ کہ اس پر شریعتِ اسلامیہ نے پابندی لگا دی ہے۔

(۳) مدارج النبوت سے شیعہ ذاکر نے دعاءِ نبوی بیان کر کے اس پر اپنے خوابوں کا محل تو تعمیر کر دیا

لیکن اس سے اگلی عبارت نیز حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت پر تبصرہ پیش نہیں کیا۔

شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ آگے لکھتے ہیں: ایں چنیں است در معارج النبوۃ ، در روضۃ الاحباب ایں زیادہ کرد کہ در روایتی آمدہ کہ مقصود من ایں نہ بود کہ زنان بیایند و بر حمزہ گریہ کنند و نہی کرد از نوحہ کردن و مبالغہ و تاکید دراں امر بتقدیم اسانید انتہیٰ۔

''اتنا تو معارج النبوۃ میں مذکور ہے اور روضۃ الاحباب میں اتنا زیادہ ہے کہ فرمایا میرا مقصد یہ نہ تھا کہ عورتیں آئیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر روئیں۔ اور آپ نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا اور اس مخالفت میں تاکید و مبالغہ فرمایا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔'' (اردو ترجمہ مدارج النبوۃ: مفتی غلام معین الدین نعیمی: جلد 2 صفحہ 178: مطبوعہ لاہور)

معارج النبوۃ کی حیثیت پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ یہ رطب و یابس سے پُر کتاب ہے حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں پیش کردہ روایات پر اعتبار نہیں ہے اسی لیے اس روایت کے شروع میں لکھتے ہیں درینجا حکایتے غریب است ''اس مقام پر ایک عجیب حکایت ہے'' وہ ایسی باتیں فقط اس لیے پیش کرتے ہیں کہ قارئین کو معلوم ہو کہ کتابوں میں لوگوں نے کس قدر غیر مستند اور لایعنی قصے لکھ دیئے ہیں۔ حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ ہی نوحہ کی ممانعت بھی بیان فرما دی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس روایت پر اپنا تبصرہ بایں الفاظ قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کیا ہے: ظاہر آنست کہ گفتن آنحضرت ایں کلمہ را لٰکِنْ حَمْزَۃَ لَا بَوَاکِیَ لَہٗ مقصود ازاں تاسف و تالم و غربت و مصیبت حمزہ بود کہ کشتہ شد بحالتے کہ معلوم است و غربت دیگر کہ کسی ہم ندارد کہ بروے گریہ کند و گریستن بے نوحہ ممنوع ہم نیست و انصار بر بجہت مبادرت باسترضاء و مبالغہ ایشاں در ایں باب فہمیدند کہ مگر مقصود آنحضرت آنست کہ زنان بیایند و گریہ کنند و آنحضرت نیز چوں از جانب ایشاں معنی استرضاء و امتثال مشاہدہ کرد و تواند کہ نوحہ گری راہ یافتہ باشد پس منع کرد ازاں حکم و مبالغہ نمود در آں و تواند کہ دراں حین نوحہ ہم مباح باشد پس نسخ کردند ایں حکم را۔ واللہ اعلم ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

یہ فرمانا کہ لٰکِنْ حَمْزَۃَ لَا بَوَاکِیَ لَہٗ اس سے مقصود افسوس کے علاوہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مصیبت و غربت پر ہمدردی اور غم خواری کرنا تھا کیونکہ وہ نہایت دردناک حالت کے ساتھ شہید کیے گئے تھے اور دوسری غربت یہ تھی کہ کوئی ایسا نہ تھا جو ان کے لیے روئے اور بغیر نوحہ کے رونا ممنوع بھی نہیں ہے۔ لیکن انصار چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اس بناء پر انہوں نے اس کا مفہوم یہ لیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہ تھا کہ عورتیں آئیں اور روئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب ان کی جانب سے اپنی خوشنودی کی خواہش کو ملاحظہ فرمایا تو ان کے لیے دعا فرمائی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس رونے نے نوحہ گری کی صورت اختیار کر لی ہو اور اس سے آپ نے منع فرمایا اور اس مخالفت میں مبالغہ و تاکید فرمائی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت تک نوحہ بھی مباح ہو اور اس کے بعد اس حکم کو منسوخ فرما دیا ہو۔ (واللہ اعلم)'' (اردو ترجمہ مدارج النبوۃ: مفتی غلام معین الدین نعیمی: جلد 2 صفحہ 178: مطبوعہ لاہور)

مدارج النبوۃ میں ذکر کردہ روایت پر حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے تبصرے سے صرفِ نظر بھی کر لیں تو یہ روایت شیعہ کے مروجہ ماتم کی اساس نہیں بن سکتی کیونکہ اس روایت میں حضرت شیخِ محقق نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس سے مروجہ ماتم کا کوئی ہلکا سا اشارہ بھی ملتا ہو۔ انہوں نے انصاری خواتین کے رونے کا ذکر کیا ہے اور محض رونا نہ تو شرعاً ممنوع ہے اور نہ ہی اسے ماتم کہا جا سکتا ہے۔

قارئینِ گرامی! اب بتائیے کہ شیعہ ذاکر کو اتنی دھوکہ دہی کس کام آئی؟ عبارتوں کو سیاق و سباق سے ہٹا کر کچھ دیر کے لیے سادہ لوح عوام کو تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے مگر اس وقت کا تصور کرنا چاہیے جب عالم الغیب والشہادہ کے حضور پیشی اور جواب طلبی ہوگی۔

یہاں پر یہ بھی یاد رکھیے کہ اس روایت میں ماتم کے جو الفاظ جا بجا شبلی نے استعمال کیے ہیں اور پورے مدینہ کو ماتم کدہ بنا دیا ہے وہ بھی شبلی کے اپنے ذہن کی پیداوار ہے۔ معارج و مدارج اور کتبِ حدیث میں فقط رونے کا ذکر ہے جو کہ جائز عمل ہے۔ اس کا شیعہ کے مروجہ ماتم سے کیا تعلق ہے جس میں گریبان چاک کرنا، منہ پر تھپڑ مارنا، سینہ کوبی کرنا، زنجیر زنی کرنا شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ روایت اگر سندِ صحیح سے ثابت بھی ہو جائے جب بھی مروجہ ماتم کی دلیل نہیں بن سکتی اور پھر یہ بھی تو ہے کہ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کی ممانعت کا حکم بھی جاری کر دیا۔

انصاری خواتین اور ان کی نسل کو حضور نبی کریم ﷺ نے جو دعا دی اگر شیعہ حضرات اس کے حق

دار بنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ غمِ امامِ عالی مقام میں انصاری خواتین کی طرح فقط رونے تک محدود رہیں اور سینہ کوبی، زنجیر زنی، منہ پر طمانچے مارنے اور گریبان چاک کرنے جیسے حرام افعال سے توبہ کر لیں۔ (مگر یہ ان کا مقدر کہاں، انہیں تو یزید کی سنت پوری کرنے سے غرض ہے۔)

☆ **کذب نمبر 18:** سنن ابنِ ماجہ: حضرت ابو ہریرہ پیٹ رہے تھے کسی نے پوچھا تو کہا لوگ میری بات نہیں سنتے۔ کسی صحابی کی کوئی بات نہ سنے وہاں ماتم ہوسکتا ہے زہراء کے چاند کی لاش پر گھوڑے دوڑیں تو ہم ماتم کیوں نہیں کر سکتے؟

جواب: سنن ابنِ ماجہ کی روایت کا متن اور ترجمہ: **عَنْ اَبِی رَزِیْنٍ قَالَ رَاَیْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَضْرِبُ جَبْهَتَهٗ بِیَدِهٖ وَیَقُوْلُ یَا اَهْلَ الْعِرَاقِ اَنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنِّیْ اَكْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ** (سنن ابنِ ماجہ: امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ: جز اول صفحہ 130: مطبوعہ قاہرہ مصر) ''ابورزین کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے اے اہلِ عراق تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر جھوٹ باندھتا ہوں؟''

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں، اس پر ناواقف لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ شاید آپ اپنے پاس سے حدیثیں بنا بنا کر سنا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ان کے اس وہم پر تعجب کا اظہار کرنے کے لیے پیشانی پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جھوٹ منسوب کروں گا؟ ہرگز نہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ انصار کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے اور مہاجرین تجارت سے وابستہ تھے جبکہ میں فارغ ہوتا تھا اس لیے مجھے سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہنا نصیب ہوا یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ احادیث میرے پاس محفوظ ہیں۔ کہاں اظہارِ تعجب کے لیے ماتھے پر ہاتھ رکھنا اور کہاں قمیصیں اتار کر سرِ بازار پورے ردھم کے ساتھ سینہ کوبی کرنا، زنجیر زنی کرنا اور چہرے پر طمانچے مارنا۔ اس سارے واقعے کا شیعوں کے مروجہ ماتم کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اظہارِ تعجب کو ماتم بنا کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنا نہایت مکروہ فعل ہے۔ اگر یہ حدیث ماتم کی دلیل ہے تو بتایا جائے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کس کی

شہادت پر پیشانی پر ہاتھ مار کر ماتم کیا تھا؟ اور اگر شیعہ کے ہاں اظہارِ تعجب ہی کو ماتم کہتے ہیں تو ہمیں کہنے دیجئے کہ ان لوگوں نے امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو خود کوفہ بلا کر شہید کیا اور خاندانِ اہلِ بیت کو روئے زمین سے مٹانے کی کوشش کی۔ آج صدیاں گزر جانے کے باوجود جب ان کے نام کو ہر سنی کے دل میں زندہ و جاوید دیکھتے ہیں تو اظہارِ تعجب کے لیے ماتم کرنے لگتے ہیں۔

☆**کذب نمبر 19:** مؤطا امام مالک جلد اول صفحہ 118 سلمان بن صخر اعرابی نبی پاک کے پاس آیا اور آپ کے سامنے کبھی سر کے بال نوچتا کبھی سینے پہ ہاتھ مارتا ماتم کرتا نبی نے منع نہ کیا۔ حدیثِ تقریری سے بھی ماتم ثابت ہے۔

جواب: حضرت سلمان بن صخر (یا سلمہ بن صخر) اعرابی نے حالتِ روزہ میں اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کر لی۔ بعد میں نادم ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطورِ کفارہ ایک غلام آزاد کرنے، متواتر دو مہینے کے روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ سائل نے تینوں کاموں سے معذوری ظاہر کی تو فرمایا بیٹھ جا۔ کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آ گیا تو ارشاد فرمایا یہ لے جا اور غریبوں میں بانٹ دے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ سائل نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ کوئی ضرورت مند نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا تو خود کھالو تمہارا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ یہ ہے اصل واقعہ، سب سے پہلے اس کی سند دیکھئے اور پھر حدیث کا وہ ابتدائی حصہ ملاحظہ کیجئے جس سے شیعہ اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْخُرَاسَانِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّهٗ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ یَضْرِبُ نَحْرَهٗ وَیَنْتِفُ شَعْرَهٗ وَیَقُوْلُ هَلَکَ الْاَبْعَدُفَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَا ذٰلِکَ.... ''عطاء بن عبداللہ خراسانی سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دراں حالیکہ وہ سینہ کوبی کر رہا تھا اور اپنے بال نوچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ دور رہنے والا ہلاک ہوا۔۔۔الخ''

(۱) حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کی ولادت حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ آپ کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے۔ اعرابی کا واقعہ آپ کی ولادت

سے بہت پہلے کا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث منقطع اور مقطوع ٹھہری۔ یہ واقعہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے ساتھ موجود ہے جس میں سینہ پیٹنے اور بال نوچنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مؤطا امام مالک میں اسی صفحے پر اس منقطع روایت سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سندِ صحیح کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَفْطَرَ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ..... ''ابنِ شہاب نے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رمضان کا روزہ توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔۔۔الخ''

قارئینِ محترم! حدیثِ صحیح کے مقابلے میں شیعہ ذاکر کی پیش کردہ یہ منقطع، مقطوع اور مرسل روایت غیر معتبر ہے اس سے استدلال نہ کرے گا مگر جاہل شخص۔

(۲) اگر یہ روایت مرفوع ہوتی تب بھی جوازِ ماتم کی اصل نہ بن سکتی اس لیے کہ ماتم قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ کے تحت حرام قرار دیا جا چکا ہے اور اس بات کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا کہ اعرابی کا یہ عمل ماتم کے حرام قرار دیئے جانے سے پہلے کا ہو۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا امام مالک کی شرح میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے: وَ يَحْتَمِلُ اَنَّ هٰذَا الْوَاقِعَةَ قَبْلَ النَّهْیِ عَنْ لَطْمِ الْخُدُوْدِ وَ حَلْقِ الشَّعْرِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ (شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک: جلد دوم صفحہ 232: مطبوعہ بیروت) ''اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ واقعہ اس دور کا ہو جب چہرہ پیٹنا اور بوقتِ مصیبت بال مونڈنا ابھی حرام نہ تھا۔''

(۳) اگر وکیلِ شیعہ اسی منقطع روایت کو ماتم کی اصل مانتا ہے تو آیئے کچھ دیر کے لیے ہم بھی فرض کر لیتے ہیں کہ اس سے ماتم کرنا ثابت ہو رہا ہے۔ لیکن اس حدیث سے اس شخص کا ماتم کرنا ثابت ہو رہا ہے جس نے ظلم اور گناہ کیا اور بعد میں پچھتاوے کا اظہار ماتم کر کے کیا۔ تو ثابت ہوا کہ شیعہ نے بھی امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلا کر ظلماً قتل کیا اور پھر پچھتاوے کا اظہار ماتم کر کے کرنے لگے۔ اعرابی نے فقط رمضان کا احترام نہ کیا تھا اور روزہ توڑا تھا اس لیے اس نے ایک دفعہ ماتم کیا مگر شیعہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کا احترام نہ کیا اور اسے مٹانے کے لیے خون کی ہولی کھیلی، ان کا جرم بہت بڑا ہے اس لیے صدیوں

سے ہر سال ماتم کر رہے ہیں۔ کہیے حیدری صاحب! کیا ہم نے غلط کہا؟ ہمارے قول کی صداقت کی گواہی آپ کے ملا باقر مجلسی نے بھی دی ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے کوفی قاتلوں کے سامنے خطبہ دیا اور ان کو لعنت ملامت کی تو انہوں نے غم اور افسوس سے ماتم کرنا شروع کر دیا: ''جس (خطبۂ سیدہ) کے سننے سے اہلِ کوفہ نے خروش واویلا واحسرتا بلند کیا، غلغلہ و نالہ وزاری وگریہ سوگواری ونوحہ وخروش فلک سیاہ پوش تک پہنچتا تھا، ان کی عورتوں نے بال اپنے کھول دیئے، خاکِ حسرت اپنے سروں پر ڈال کے اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھیں اور واویلا واثبور کہتی تھیں اور ماتم برپا تھا کہ دیدۂ روزگار نے کبھی نہ دیکھا تھا۔'' (جلاء العیون اردو ترجمہ عبدالحسین: جلد 2 صفحہ 273: عباس بک ایجنسی لکھنؤ انڈیا)

ہم حیدری صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کی منقطع روایت کو ماتم کی اصل مان کر شیعہ کا قاتلِ اہلِ بیت ہونا واضح کر دیا۔

☆**کذب نمبر 20:** مسند ابو یعلی، النہایہ ابنِ اثیر، مسند احمد بن حنبل، تاریخ کامل، مناہج النبوہ، سیرۃ ابنِ ہشام جلد 4 صفحہ نمبر 312 ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب نبی پاک فوت ہوئے میں نے ان کا سر اپنی گود سے اٹھا کر سرہانے پر رکھا اور کھڑی ہوگئی پھر کبھی میں منہ پہ پیٹتی کبھی سینے پہ، نبی کی اور بیویاں بھی ماتم کرتی تھیں، کوئی صرف منہ پہ کرتی تھی کوئی چھاتی پہ، میں ڈبل ڈبل ماتم کرتی تھی کیونکہ نبی کے ساتھ پیار ہی بڑا تھا۔

جواب:

(۱) اس روایت کو پیش کرتے ہوئے شیعہ ذاکر نے حسبِ عادت کئی خیانتوں کا ارتکاب کیا ہے:

i۔ روایت میں النساء کا لفظ ہے اس سے ازواجِ مطہرات کو متعین کرنا دھوکہ دہی ہے،

ii۔ ''کوئی صرف منہ پہ کرتی تھی کوئی چھاتی پہ'' یہ الفاظ روایت میں موجود نہیں ہیں،

iii۔ ''میں ڈبل ڈبل ماتم کرتی تھی کیونکہ نبی کے ساتھ پیار ہی بڑا تھا۔'' یہ طنزیہ الفاظ بھی روایت میں موجود نہیں ہیں بلکہ وکیلِ شیعہ کے خبثِ باطن کا شاخسانہ ہیں۔

(۲) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا واقعہ صحیح سندوں سے صحاح ستہ اور دیگر کتبِ

حدیث وسیرت میں روایت کیا گیا ہے۔ان احادیث میں سینہ و چہرہ پیٹنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔مثلاً صرف صحیح بخاری کے اندر باب مَرَضِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ وَفَاتِہٖ، باب اٰخِرِ مَا تَکَلَّمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،باب وَفَاۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اور باب اِذَا اسْتَأْذَنَ الرَّجُلُ نِسَائَہٗ فِیْ اَنْ یُّمَرَّضَ فِیْ بَیْتِ بَعْضِھِنَّ فَاَذِنَّ لَہٗ میں درجنوں احادیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے مگر کہیں بھی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے وہ الفاظ مروی نہیں ہیں جو شیعہ ذاکر نے بیان کیے ہیں۔

شیعہ ذاکر کی پیش کردہ روایت کی سند یہ ہے: عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ عَنْ یَحْیَ بْنُ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ اَبِیْہِ عَبَّادٍ یہ محمد بن اسحاق کی منفرد روایت ہے اور اہلِ سنت کے نزدیک ایسی روایات قابلِ اعتماد و استناد نہیں مانی جاتی ہیں جن میں محمد بن اسحاق منفرد ہو۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی لکھتے ہیں: فالذی یظھر لی ان ابن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق وما انفرد بہ ففیہ نکارۃ (میزان الاعتدال فی نقد الرجال: جلد 3 صفحہ 475: مطبوعہ بیروت) ''پس اس سے مجھ پر واضح ہوا کہ ابنِ اسحاق حسنُ الحدیث، صالح الحال اور صدوق ہے مگر جب وہ منفرد ہوتو اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔''

امام جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی لکھتے ہیں:قال ایوب بن اسحاق بن سافری سالت احمد بن حنبل فقلت یا ابا عبداللّٰہ ابن اسحاق اذا تفرد بحدیث تقبلہ؟ قال لا (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: جلد 24 صفحہ 422:مطبوعہ بیروت) ''ایوب بن اسحاق بن سافری کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا اے ابوعبداللہ! ابنِ اسحاق جب حدیث میں منفرد ہوتو کیا وہ حدیث قابلِ قبول ہے؟ ارشاد فرمایا نہیں''

محمد بن اسحاق کی منفرد روایات قبول نہ کیے جانے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ ان کا جھکاؤ کسی قدر شیعیت وقدریت کی طرف تھا جیسا کہ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رمی بالتشیع و القدر (تقریب التہذیب: امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:صفحہ 435:مطبوعہ لکھنؤ) جس شخص پر شیعیت اور قدریت کا الزام ہو اور اس کی منفرد روایات اہلِ سنت کے جلیل القدر ائمہ کے ہاں قابلِ حجت نہ ہوں اس کی بیان کردہ ایک منفرد روایت اہلِ وسنت و جماعت کے خلاف بطورِ حجت کیونکر پیش کی

جاسکتی ہے؟

(۳) اگر ابنِ اسحاق کی روایت درست بھی تسلیم کر لی جائے تب بھی قابلِ حجت نہیں ہے اس لیے کہ محدثین کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ جب حدیث کا راوی اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے یا اس میں تنقید یا عذر پیش کرے تو وہ حدیث قابلِ حجت نہیں رہتی۔ ابنِ اسحاق کی اس روایت میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کا عذر بھی موجود ہے جسے شیعہ ذاکر نے کسی مصلحت کے تحت عوام سے چھپانا ضروری خیال کیا۔ ملاحظہ کیجئے حدیث کے الفاظ: **فَمِنْ سَفَهِيْ وَ حَدَاثَةِ سِنِّيْ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قُبِضَ وَ هُوَ فِيْ حِجْرِيْ ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلٰى وِسَادَةٍ وَ قُمْتُ اَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ وَ اَضْرِبُ وَجْهِيْ** ’’اس وقت میری نادانی اور کم عمری کی بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں فوت ہوئے تو میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھا اور عورتوں کے ساتھ پیٹنے لگی اور اپنے منہ پر طمانچے مار رہی تھی۔‘‘ جب ام المومنین رضی اللہ عنہا نے خود اپنے عمل کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے اسے اپنی کم عمری اور ناسمجھی کا شاخسانہ قرار دے دیا تو پھر اس کو ماتم کے جواز کی دلیل بنالینا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

☆**کذب نمبر 21:** تذکرۃ الاولیاء فریدالدین عطار: حضرت اویسِ قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا کہ نبی پاک کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے تو زمین سے پتھر اٹھا کر مارا اور بتیس کے بتیس دانت توڑ دیئے۔ ہم انہی کے طریقے پر چل کر امامِ حسین کی شہادت کو یاد کر کے ماتم کرتے ہوئے اپنے جسم کو زخمی کرتے ہیں۔

جواب: حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے منسوب دانت توڑنے کا واقعہ نہ تو کسی کتابِ حدیث میں ہے نہ تفسیر میں اور نہ ہی سیرت کی کسی کتاب میں اس کا وجود ہے۔ آپ کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے کسی سوانح نگار نے بھی یہ واقعہ ذکر نہیں کیا۔ جہاں تک تذکرۃ الاولیاء کا معاملہ ہے تو اس میں موجود واقعہ ملاحظہ کر لیجئے اس کی حقیقت تک رسائی میں مشکل پیش نہیں آئے گی۔

گفت: شما دوست محمدید؟ گفتند: بلی۔ گفت: اگر دوستی درست بود اید آن روز کہ دندان مبارک شکستند شما چرا بہ طریق موافقت دندان خود نشکستید کہ شرط موافقت است و دندان خود بنمود، ہمہ دندان شکستہ بود۔

گفت: من او را به صورت نادیده و دندان خود بر موافقت او شکستم که ہر یکی که می شکستم دل من قرار نه می گرفت تا جمله دندان خود یك یك شکستم که موافقت از او نیست۔ ہر دو را رقت آمد۔ دانستند که منصب ادب منصب دیگر است که رسول را ندیده بود و ادب از وی می بایست آموخت۔ (تذکرۃ الاولیاء: شیخ فریدالدین عطار: صفحہ 15: مطبوعہ دہلی)

''حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے (حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم وحضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما سے) پوچھا: کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم دوستی میں سچے ہوتو جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے اپنے دانت کیوں نہ توڑے کہ یہ موافقت میں شرط ہے۔پھر انہوں نے اپنے دانت دکھائے ،تمام دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تو نہ کی لیکن ان کی موافقت میں اپنے دانت توڑ دیئے۔ میں نے جس دانت کوبھی توڑا میرے دل کوقرار نہ ملاحتی کہ میں نے ایک ایک کر کے تمام دانت توڑ دیئے کیونکہ اس کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موافقت ممکن نہ تھی۔دونوں حضرات پر رقت طاری ہوگئی، وہ جانتے تھے کہ ادب کا مقام کوئی اور ہی مقام ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نہیں اس کے باوجود اتنا ادب کیا۔''

قارئینِ محترم: اس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جان نثار صحابیوں (امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم اور امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما) پر طعنہ زنی واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ان کی تمام تر قربانیوں ، جان نثاریوں اور خدمات کے مقابلے میں اپنے ٹوٹے ہوئے دانت دکھا کر ان کو دوستی اور ادب میں ناقص قرار دے دینا ایک ایسی ناقابلِ یقین بات ہے جس کا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جیسے سچے عاشقِ رسول سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔اگر دانت توڑ لینا درست عمل ہوتا اور ثواب کا کام ہوتا تو حضرت مولیٰ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے پہلے یہ کام کرتے۔کیا وہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے کم محبِ رسول تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اصل حالت میں باقی نہیں ہے بلکہ اس میں الحاقات کر

دیئے گئے ہیں۔اس میں ایسے کئی اور وقعات بھی موجود ہیں جو حقائق کے سراسر منافی ہیں۔بخوفِ طوالت ان کا تذکرہ اس وقت نہیں کیا جارہا۔مفتیٔ اسلام شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حضرت عطار کے تذکرے میں اور بھی بہت غلط باتیں غالبًا کسی متعصب نے مخلوط کردی ہیں اور مخلوط شدہ کتاب پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔'' (العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ: جلد اول صفحہ 262 :مطبوعہ لاہور)

ایک تحریف شدہ کتاب سے ایک ایسے واقعے کو دلیل بنا کر شیعہ ذاکر نے کسی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کیا جس سے مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی صحابیت اور حالتِ ایمان دونوں پر طعن کا دروازہ کھلتا ہو۔ثابت کرنے چلے تھے ماتم اور مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی توہین تک جا پہنچے۔سچ کہتے ہیں ''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''

قارئینِ محترم ! حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روضۃ الریاحین ،امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی کراماتِ اولیاء اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب میں بھی موجود ہے،اگر دانت توڑنے والے واقعہ کا حقیقت کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہوتا تو یہ بزرگ ضرور بیان کرتے مگر ان کی تصانیف میں اشارۃً بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی۔مزید برآں اس قصے کا من گھڑت ہونا تو اس کے متن سے ہی ظاہر ہے پھر بھی اگر وکیلِ شیعہ کے ساتھ رعایت برتتے ہوئے اسے کچھ وقت کے لیے سچ مان لیا جائے تو بھی اس کو دلیلِ ماتم نہیں بنایا جاسکتا۔ حضرت مفتیٔ اسلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''پس ثابت ہوا کہ حضرت اویس قرنی کے دانت شہید کرنے کا واقعہ تحقیقی طور پر درست نہیں۔لیکن اگر تسلیم بھی کرلو کہ یہ واقعہ درست ہے تب بھی اس سے شیعوں کے ماتم پر دلیل نہیں بنائی جاسکتی۔اولاً اس لیے کہ حضرت اویس قرنی کا یہ فعل حالتِ جذب میں ہوگا اور مجذوب کے فعل پر شرعی حکم مرتب نہیں ہوسکتے۔دوم اس لیے کہ حضرت اویس قرنی کا یہ فعل محض خون بہانے کے لیے نہ تھا،ورنہ وہ کسی بھی جگہ سے خون نکال دیتے۔بلکہ مقصدِ عشق ومحبت یہ تھا کہ جب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک نہ رہے اور آپ کو یہ حاصل نہیں تو میں کیوں اپنے دانت اپنے منہ میں رکھوں۔یہ دلیل ہے سچے عشقِ رسول کی۔اس بناء پر اگر شیعوں کو بھی امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین شہیدِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سچی محبت ہے تو بجائے سینہ کوٹنے کے اور چھوٹی چھوٹی چھریوں ،بلیڈوں سے زخم لگانے کے اسی

طرح پوری پوری نقل کریں جیسے کہ اویس قرنی دانتوں کا سن کر اپنے دانت توڑ بیٹھے۔ آپ لوگ شیعہ حضرات امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن کٹنے کا سن کر اپنی گردنیں کاٹا کریں۔ اس سے دو فائدے ہوں گے؛ ایک تو یہ کہ بقولِ شیعہ ثواب زیادہ ملے گا، دوسرے یہ کہ دیگر مسلمانوں کو ان کی گستاخیاں اور ان کے تبرے سننے سے نجات مل جائے گی۔'' (العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ: جلد اول صفحہ 264)

حضرت امام علی بن سلطان القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دانت توڑنے کے واقعہ کی صحت سے بایں الفاظ انکار کیا ہے:

''ثم اعلم ان ما اشتهر علی السنة العامة من ان اویساً قلع جمیع اسنانه لشدة احزانه حین سمع سن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اصیب یوم احد ولم یعرف خصوص ایّ سن کان بوجه معتمدفلا اصل له عند العلماء مع انه مخالف للشریعة الغراء ولذا لم یفعله احد من الصحابة الکبراء علی ان فعله هذا عبث لا یصدر الا عن السفهاء''

(المعدن العدنی فی فضائل اویس قرنی: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ: صفحہ 10: مخطوطہ جامعہ ام القریٰ وزارتِ تعلیم سعودی عرب)

''اور پھر یہ جاننا چاہیے کہ جو عام عوام میں مشہور ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا کہ غزوۂ احد کے دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دانتوں کو زخم آئے تو شدتِ حزن وغم کی وجہ سے اپنے سارے دانت نکال دیئے کیونکہ ان کو یہ معلوم نہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے دانت کو تکلیف پہنچی ہے تو علماء کے نزدیک کوئی اصل نہیں ہے اور پھر یہ ہے بھی شریعت کے مخالف کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے تو کسی نے بھی یہ کام نہ کیا اور پھر یہ ہے بھی عبث اور یہ سوائے بیوقوفوں کے کسی سے صادر نہیں ہو سکتا۔'' (اردو ترجمہ المعدن العدنی فی فضائل اویس قرنی: علامہ محمد عباس رضوی: صفحہ 34: جمعیت اشاعتِ اہلِ سنت کراچی)

☆**کذب نمبر 22:** امام حسین کا پہلا ماتم کربلا میں زینب نے کیا سجاد اور باقر نے کرایا شمر نے نبی کی نواسیوں کی پیٹھوں پر کوڑے مار مار کر لہولہان کر کے ماتم روکا۔ سنیوں کی اٹھارہ کتابوں میں یہ بات موجود ہے۔

جواب: شیعہ ذاکر نے اٹھارہ کتابوں کا نعرہ تو لگا دیا مگر نام ایک کتاب کا بھی نہ لیا۔ خیر ہم اپنے قارئین کو بتائے دیتے ہیں کہ البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 193 پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ماتم کرنے کی روایت موجود ہے اس کے راویوں میں ایک نام سالم بن ابی حفصہ کا ہے جس کے متعلق اسماء الرجال کی سب سے بڑی کتاب تہذیب التہذیب (جلد سوم صفحہ 434-433) میں لکھا ہے کہ وہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم کے گستاخوں کا سردار اور پکا شیعہ تھا۔ ایسے شخص کی روایت اہلِ سنت پر حجت نہیں ہوسکتی۔

البدایہ والنہایہ کے اس باب کے آخر میں مصنف نے وضاحت کی ہے کہ اس باب میں سید الشہداء حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے واقعۂ شہادت کے متعلق جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ صرف یہ دکھانے کے لیے پیش کی گئی ہیں کہ شیعوں کے پاس کیسی کیسی من گھڑت روایات موجود ہیں اور یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ ان میں سے اکثر روایات کا راوی ابو مخنف لوط بن یحییٰ ہے جو ضعیف الحدیث شیعہ تھا:

وَ لِلشِّيعَةِ وَ الرَّافِضَةِ فِیْ صِفَتِ مَصْرَحِ الْحُسَيْنِ كِذْبٌ كَثِيْرٌ وَ اَخْبَارٌ بَاطِلَةٌ وَفِيْمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ وَفِیْ بَعْضِ مَا اَوْرَدْنَاهُ نَظْرٌ وَلَوْلَا اِنَّ ابْنِ جَرِيْرٍ وَغَيْرُهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالْاَئِمَّةِ ذَكَرُوْهُ مَا سُقْتُهُ وَاَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ اَبِیْ مَخْنَفِ لُوْطِ بْنِ يَحْيیٰ وَقَدْ كَانَ شِيْعِيًّا وَهُوَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ الْاَئِمَّةِ (البدایہ والنہایہ: جلد 8 صفحہ 202: مطبوعہ بیروت) ''امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے واقعۂ شہادت کے بارے میں شیعوں اور رافضیوں کے پاس بکثرت جھوٹی اور باطل روایات ہیں اور جو ہم نے ان کی روایات ذکر کی ہیں وہ بطورِ نمونہ کافی ہیں اور بعض میں نظر بھی ہے۔ اگر ابنِ جریر وغیرہ حفاظ وائمۂ حدیث ان کی ایسی خبروں کو ذکر نہ کرتے تو میں کبھی ان کے پیچھے نہ پڑتا۔ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں جو شیعہ تھا اور ائمہ کے نزدیک حدیث میں ضعیف تھا۔''

یاد رہے کہ امام ابنِ جریر طبری نے تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 455 مطبوعہ مصر میں اہلِ بیت کی طہارت مآب خواتین کا ماتم کرنا اسی ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے روایت کیا ہے جسے صاحب البدایہ والنہایہ حافظ ابنِ کثیر نے ضعیف الحدیث شیعہ قرار دیا ہے۔ ابو مخنف کو لسان المیز ان نے غیر ثقہ اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے والا قصہ گو قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ابو حاتم وغیرہ نے اسے متروک کہا، دار قطنی نے ضعیف قرار

دیا، یحییٰ بن معین نے غیر ثقہ اور لیس بشیء کہا اور ابنِ عدی نے حاسد شیعہ قرار دیا۔ (لسان المیز ان :امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ: جز6 صفحہ 430: مطبوعہ بیروت)

قارئینِ محترم! ایک غیر ثقہ، ضعیف الحدیث اور حاسد و متعصب قصہ گو شیعہ کی بیان کردہ روایت کو اہلِ سنت و جماعت کے مقابلے پر پیش کرنا اور اسے اہلِ سنت و جماعت کی روایت قرار دینا کسی حاسد و متعصب غیر ثقہ قصہ گو شیعہ ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

☆☆☆

قارئینِ محترم! اہلِ تشیع کے وکیلِ اعظم کے پیش کردہ تمام حوالہ جات کی حیثیت آپ نے ملاحظہ کرلی۔ اب اس کا یہ اعلان بھی ملاحظہ کر لیجئے اور پھر سوچیے کہ جب خوفِ خدا اور شرمِ نبی نہ رہے تو انجام کیا ہوتا ہے۔ کہتا ہے: ''میں نے جتنے حوالے پیش کیے ہیں اگر ایک بھی غلط ثابت ہو تو میں اشٹام لکھ کے دیتا ہوں میرا قتل معاف ہے۔''

اس خطاب میں وکیلِ شیعہ نے یہ بھی کہا کہ ''کسی شیعہ کتاب میں امام حسین کا نام ہو اور لکھا ہو کہ ان کا ماتم حرام ہے تو میں آج ماتم چھوڑ دوں۔ اگر کہیں ممانعت ہے تو دوسروں کے لیے ہے امامِ حسین کی تخصیص موجود ہے۔'' ہم بفضلِ تعالیٰ گذشتہ صفحات میں شیعوں کی مستند کتب سے امامِ عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اپنے فرامین پیش کر چکے ہیں جن میں انہوں نے اپنی ہمشیرہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنی شہادت کے بعد ماتم کرنے سے منع کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ماتم کی تخصیص کا رد بھی شیعہ کی اپنی کتب کی روشنی میں پیش کر چکے ہیں۔ اب دیکھیئے کب وکیلِ شیعہ اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے ماتم سے توبہ کا اعلان کرتے ہیں۔

قارئینِ محترم! اتمامِ حجت کے طور پر شیعہ حضرات کی مستند کتب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ وصیتیں پیش کی جارہی ہیں جو آپ نے اپنی لختِ جگر حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو کی تھیں۔ نیز ماتم کی ابتدا کی نشاندہی کی جارہی ہے۔ شاید کسی کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو جائے اور وہ باطل نظریات سے تائب ہو جائے:

(۱) فرات بن ابراہیم بسند معتبر از جابر انصاری روایت کردہ است کہ رسولِ خدا در مرض آخر خود با حضرت فاطمہ گفت (الیٰ قولہ) و بداں اے فاطمہ کہ برائے پیغمبر گریبان نمے باید درید و رونمے باید خراشید و واویلا نمے باید گفت و لیکن بگو آنچہ پدر تو در وفات ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشماں مے گریند و دل بدرد مے آید (حیات القلوب: ملا باقر مجلسی: جلد2 صفحہ 687: مطبوعہ ایران، جلاء العیون: ملا باقر مجلسی: جلد اول صفحہ 91: مطبوعہ ایران) ''فرات بن ابراہیم نے بسندِ معتبر حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے اپنے مرض کے آخری وقت جنابِ فاطمہؑ سے (چند نصیحت کے کلمات کے بعد) فرمایا اے فاطمہ تم سمجھ لو کہ پیغمبر کے لیے گریبان کو چاک اور چہرہ کو زخمی نہ کرنا اور نہ فریاد کرنا بلکہ وہی کہنا جو تمہارے باپ نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے وقت کہا تھا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل دکھتا ہے۔'' (حیات القلوب اردو ترجمہ بشارت حسین کامل مرزا پوری: جلد دوم صفحہ 1007: امامیہ کتب خانہ لاہور)

(۲) ابنِ بابویہ بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسول در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ فرمود ای فاطمہ چوں بمیرم روئے خود را برائے من مخراش و گیسوئے خود را پریشان مکن و واویلا مگو و نوحہ گراں را مطلب (حیات القلوب: ملا باقر مجلسی: جلد2 صفحہ 687 مطبوعہ ایران) ''ابنِ بابویہ نے بسندِ معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسالت مآبؐ نے اپنی وفات کے وقت جنابِ فاطمہ سے فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے غم میں اپنے چہرے کو مت زخمی کرنا اور نہ اپنے بالوں کو پریشان کرنا اور مجھ پر فریاد و نالہ اور نوحہ مت کرنا اور نہ نوحہ کرنے والوں کو طلب کرنا۔'' (حیات القلوب اردو ترجمہ بشارت حسین کامل مرزا پوری: جلد دوم صفحہ 1008: امامیہ کتب خانہ لاہور)

(۳) قَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ إِذَا اَنَا مُتُّ فَلَا تَخْمَشِیْ عَلَیَّ وَجْهًا وَّلَا تَنْشُرِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَّلَا تُنَادِیْ بِالْوَيْلِ وَلَا تُقِيْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَةً (الفروع من الکافی: محمد بن یعقوب کلینی: جلد5 صفحہ 527: مطبوعہ ایران، بحارالانوار: ملا باقر مجلسی: جلد22 صفحہ 467: مطبوعہ ایران) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ جب میرا وصال ہو جائے تو مجھ

پرچہرہ زخمی نہ کرنا، سر کے بال نہ بکھیرنا، واویلا نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔''

(۴) فقال لها رسول الله صلی الله علیه وسلم لا کرب علی ابیک بعد الیوم یا فاطمة ان النبی صلی الله علیه وسلم لا یشق علیه الجیب و لا یغمش علیه الوجه و لا یدعی علیه بالویل و لکن قولی کما قال ابوک علی ابراهیم تدمع العینان و قد یوجع القلب و لا نقول ما یسخط الرب و انا بک یا ابراهیم لمحزونون (بحارالانوار: ملاباقر مجلسی: جلد 22 صفحہ 485: مطبوعہ ایران) ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کوئی تکلیف نہیں تیرے باپ پر آج کے بعد اے فاطمہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ گریبان چاک کرنا اس پر اور نہ منہ چھیلنا اور نہ اس پر واویلا کرنا اور لیکن تو وہی کہنا جو تیرے باپ نے ابراہیم پر آنسو بہاتے ہوئے کہا تھا۔ اور تحقیق تکلیف ہوتی ہے دل کو اور ہم نہیں کہتے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور بے شک ہم اے ابراہیم آپ کی وجہ سے غمگین ہیں۔''

یزید کا گھرانہ۔۔۔ماتم کا بانی:

(۱) و جمعے نقل کرده اند که یزید امر کرد سرِ مطہر امام علیه السلام را بر در قصر شوم او نصب کردند و اہلِ بیت را امر کرد که داخل خانۂ او شوند چوں مخدرات اہلِ بیت عصمت و جلالت علیہم السلام داخل خانۂ آں لعین شدند زنانِ آلِ ابو سفیان زیور ہائے خود را کندند و لباس ماتم پوشیدندو صدا بگریه و نوحه بلند کردند و سه روزه ماتم داشتند (منتہی الآمال: شیخ عباس قمی: جلد 1 صفحہ 55: مطبوعہ ایران) ''ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کے متعلق یزید نے یہ حکم دیا کہ اس کو یزید کے محل پر لٹکا دیا جائے اور اہلِ بیت کو حکم دیا کہ اس کے گھر میں داخل ہوں۔ جب مستوراتِ اہلِ بیت اس لعین کے محل میں داخل ہوئیں تو آلِ ابوسفیان کی عورتوں نے اپنے زیورات اتار دیئے اور ماتمی لباس پہن کر گریہ ونوحہ کی آواز بلند کرتی رہیں اور تین دن تک ماتم کیا۔''

(۲) ''ابومخنف وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حکمِ یزید ملعون سے سرِ مبارک سید الشہداء اس کے دروازۂ قصر پر آویزاں کیا گیا اور اہلِ بیتِ آنحضرت کو اپنے محل بھجوا دیا۔ جب مخدرات اہلِ بیتِ عصمت و

طہارت اس کے محل میں داخل ہوئے عوراتِ ابوسفیان نے اپنے زیورا تار دیئے اور لباسِ ماتم پہن کے آوازِ نوحہ وگریہ زاری بلند کی اور تین روز ماتم رہا۔" (جلاء العیون اردو ترجمہ عبدالحسین: جلد دوم صفحہ 295: عباس بک ایجنسی لکھنؤ انڈیا)

قاتلینِ امام۔۔۔ماتم کے بانی:

ملا باقر مجلسی نے روایت نقل کی کہ حضرت خاتونِ جنت کی صاحبزادی امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے خطاب فرمایا: کہ اے اہلِ کوفہ بدا بحال شما و ناخوش باد رویہای شما بچہ سبب برادرم حسین را خواندید یاری او نکردید و او را بقتل آوردید و اموال او را غارت کردید و پردگیانِ حرم سرای او را اسیر کردیدوای برشما و لعنت بر رویہای شمامگر نمیدانید کہ چکار کردید و چہ گناہان و اوزار بر پشت خود بار کردید و چہ خونہای محترم ریختید و چہ دخترانِ محترم مکرم را نالاں کردیدو مال چہ جماعت را بغارت بردیدکشتید بہترین خلق را بعد از حضرت رسالت صلی اللّٰہ علیہ وسلم و رحم از دلہای شما کندہ شدہ بود بدرستیکہ گروہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و اعوان و یاران شیطان زیان کارانندپس شعری چند در مرثیہ سید شہداء گفت اہلِ کوفہ خروش واویلاہ وا حسرتاہ بر آوردند و صدای نالہ و زاری و گریہ و سوگواری و نوحہ و خروش بفلك سیہ پوش رسانیدند و زنان ایشان مویہا برسر پریشان کردند و خاك حسرت بر فرق خود ریختند و رویہای خود را خراشیدندو طمانچہ بر رخسار خود میزدند و واویلاہ واثبوراہ میگفتندوحشتی شد کہ دیدہ روزگار ہرگز چنان ماتمی ندیدہ بود۔ (جلاء العیون: ملا باقر مجلسی: جلد 2 صفحہ 596: مطبوعہ ایران) "اے اہلِ کوفہ تمہارا حال اور مآل برا ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسین کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی انہیں قتل کر کے مال و اسباب ان کا لوٹ لیا اور ان کے پردگیانِ عصمت وطہارت کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم وستم کیا ہے اور کن گناہوں کا اپنی پشت پر انبار کیا ہے اور کیسے خونہائے محترم کو

بہایا دختران محمد کو نالاں کیا اور کن بزرگوں کے مال کو تم نے لوٹ لیا بعد حضرت رسول تم نے بہترین خلقِ خدا کو قتل کیا تمہارے دلوں سے رحم دور ہو گیا اور بتحقیق کہ گروہِ دوستانِ خدا ہمیشہ غالب ہے اور شیطان کے مددگار ویا ورزیاں کار ہیں بعد اس کے مرثیۂ سید الشہداء میں چند اشعار انشاء فرمائے جس کے سننے سے اہلِ کوفہ نے خروش واویلا واحسرتا بلند کیا غلغلہ و نالہ وزاری وگریہ سوگواری ونوحہ وخروش فلک سیاہ پوش تک پہنچتا تھا ان کی عورتوں نے بال اپنے کھول دیئے خاکِ حسرت اپنے سروں پر ڈال کے اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھیں اور واویلا واثبورکہتی تھیں اور ماتم برپا تھا کہ دیدۂ روزگار نے کبھی نہ دیکھا تھا۔'' (جلاء العیون اردو ترجمہ عبدالحسین: جلد دوم صفحہ 273: عباس بک ایجنسی لکھنؤ انڈیا)

شیعہ حضرات کے ضمیر پر سوالیہ نشان (؟)

شیعہ حضرات کو نہایت دردمندی کے ساتھ دعوتِ فکر دی جا رہی ہے کہ وہ غور کریں کہ جو شیعہ ذاکر جلسوں میں ماتم کے فضائل بیان کرتے ہیں اور بڑے زور وشور کے ساتھ ماتم کی وکالت کرتے ہیں وہ خود ماتم کیوں نہیں کرتے؟ شیعوں کے کسی مذہبی راہنما کو آج تک ماتم کرتے نہیں دیکھا گیا، نہ یہ قمیض اتار کر میدان میں اترتے ہیں اور نہ ہی اپنے گریبان چاک کرتے ہیں، نہ ان کو کبھی زنجیر زنی کی توفیق ہوئی اور نہ اپنے منہ اور سینے پر طمانچے و مکے رسید کرنے کی جرأت، دوسروں کو اپنے جسم لہولہان کرنے پر اکسانے والے خود اس ''کارِخیر'' سے محروم کیوں ہیں؟ اگر ماتم کرنا انبیاء کی بھی سنت ہے اور صحابہ کی بھی، اہلِ بیت کا بھی شعار ہے اور قرآن کا بھی اس پر اصرار ہے تو شیعوں کے یہ ذاکر، مجتہد، آیت اللہ اور حجۃ الاسلام اس پر عامل کیوں نہیں ہیں؟ شیعہ عوام ان سوالات کے جوابات کی تلاش میں سنجیدگی کے ساتھ کوشش کریں تو مجھے یقین ہے کہ انہیں ماتم کی حقیقت سمجھنے میں ذرہ برابر دیر نہیں لگے گی۔ دراصل شیعوں کے علماء جانتے ہیں کہ ماتم کرنا جائز نہیں ہے مگر پیسہ کمانے کے لیے عوامی جذبات کے ساتھ کھیلنے میں منہمک ہیں۔

محققِ اسلام حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ 1957ء میں عراق گئے تو وہاں پر آپ نے دس محرم کو اہلِ تشیع کے معمولات دیکھے۔ ماتمی جلوس میں ڈھول سارنگیوں کا استعمال دیکھ کر آپ نے مسجد براسہ کے شیعہ خطیب سے ان کی حقیقت اور جواز کے متعلق استفسار کیا تو اس نے جواب دیا: ''ہم شیعہ علماء بے بس ہیں مجبور ہیں کیونکہ اگر ہم ان خرافات کو روکنے کی کوشش کریں تو ہم قتل کر دیئے جائیں، حالانکہ

درحقیقت یہ سب کچھ ہمارے مسلک و مذہب میں بھی حرام ہے۔" (فقہ جعفریہ: حضرت محققِ اسلام: جلد سوم صفحہ 329: مطبوعہ لاہور)

یہاں پر خمینی کے دستِ راست نامور شیعہ عالم پروفیسر ڈاکٹر موسیٰ الموسوی (جو بغداد یونیورسٹی عراق اور ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ میں پروفیسر رہے اور ہالہ یونیورسٹی جرمنی، طرابلس یونیورسٹی لیبیا اور لاس اینجلس یونیورسٹی امریکہ کے ساتھ وزٹنگ پروفیسر کے طور پر منسلک رہے) کی کتاب الشیعہ و التصحیح سے ماتم کی چشم کشا بحث نقل کی جارہی ہے تاکہ شیعہ عوام حقیقتِ حال سے آشنائی حاصل کرسکیں۔تلواروں، زنجیروں اور خنجروں سے سر، چہرہ، کندھے اور پیٹھ زخمی کرنے کی رسم کے آغاز کے متعلق لکھتے ہیں:

"ہمیں یہ تو بالضبط معلوم نہیں ہوسکا کہ عاشورہ کے دن آہنی زنجیروں سے کندھے پیٹنے کا آغاز کب ہوا اور ایران عراق وغیرہ جیسے شیعی علاقوں میں اس رسم نے کب رواج پایا لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تلواروں سے سرکوبی اور اسے زخمی کرکے عاشورۂ محرم کو حضرت حسینؓ پر اظہارِ غم کا طریقہ ایران اور عراق میں ہندوستان سے انگریزی استعمار کے زمانے میں گیا ہے اور انگریز شاطر نے شیعہ کی جہالت، سادگی اور امام حسین کے ساتھ اندھی عقل سوز محبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں امام کے غم میں سرکوبی کی تعلیم دی۔

حتیٰ کہ ماضی قریب میں بھی بغداد اور تہران میں برطانوی سفارت خانے حسینی تعزیہ کے جلوسوں کی مدد کرتے رہے ہیں جو اسی مذکورہ بالا بدترین مظاہرے کی شکل میں گلیوں اور بازاروں میں چکر لگاتے تھے۔انگریزی استعمار کے ان بدترین جلوسوں کی کاروائی کی ترویج واشاعت کے پس پردہ انتہائی مکروہ سیاسی مقاصد تھے۔وہ ان کی نمائش کو برطانوی عوام اور آزاد اخبارات کے سامنے جو حکومتِ برطانیہ کے ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں نوآبادیاتی نظام کی مخالفت کررہے تھے بطور ایک معقول وجۂ جواز کے پیش کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ ان ممالک کے عوام کے وحشیانہ مظاہر سے یہ ثابت کرسکے کہ یہ قومیں کسی ایسے منتظم کی محتاج ہیں جو انہیں جہالت و بربریت سے نکال سکے۔یہ تعزیتی جلوس جو دس محرم کو عام بازاروں کے چکر لگاتے ان میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے جو آہنی زنجیروں سے اپنی پیٹھوں کو لہولہان کرلیتے تلواروں اور خنجروں سے اپنے سروں کو زخمی اور خون آلود کرلیتے ان کی تصویریں یورپ کے انگریزی اخبارات میں چھاپی جاتیں اس سے شاطر سامراجی یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ جن اقوام کی ثقافت کا مظہر یہ تصویری جھلکیاں ہیں نوآبادیاتی نظام کے ذریعے ان ممالک کے عوام کو شہریت وترقی کے راستے پر گامزن کرنا ہماری انسانی ذمہ داری ہے۔

کہتے ہیں کہ عراق میں انگریزی عہدِ اقتدار میں اس وقت کے عراقی وزیرِاعظم یاسین ہاشمی جب انگریزی راج ختم کرانے کے لیے مذاکرات کرنے لندن گئے تو انگریز نے ان سے کہا ہم تو صرف اس لیے عراق میں رکے ہوئے ہیں کہ عراقی قوم کو احمقانہ انارکی سے نکالیں تا کہ وہ ہم دوشِ سعادت ہو سکے۔ یاسین ہاشمی اس بات پر برافروختہ ہو کر غصے کی حالت میں کمرۂ مذاکرات سے باہر نکل آئے تو انگریز نے ان سے بڑی لجاجت اور نرم خوئی سے معذرت کر لی پھر پورے احترام سے ہاشمی کو عراق کے بارے میں ایک دستاویزی فلم دیکھنے کو کہا جس میں نجف، کربلا اور کاظمیہ کی شاہراہوں پر چکر لگاتے ہوئے تعزیۂ حسین کے جلوس دکھائے گئے تھے جو بڑے خوفناک اور قابلِ نفرت منظر پیش کر رہے تھے گویا انگریز یہ کہنا چاہتا تھا کہ جس قوم میں ذرہ بھر بھی تہذیب کا حصہ ہو وہ خود اپنے ساتھ یہ مار دھاڑ کر سکتی ہے؟'' (اردو ترجمہ الشیعۃ و التصحیح بنام اصلاحِ شیعہ: ابو مسعود آلِ امام: صفحہ 178-176)

ڈاکٹر موسوی نے ایک کبیر السن شیعہ عالم کے ساتھ اپنی گفتگو بھی نقل کی ہے جو دس محرم کو کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ اقدس کے قریب ہوئی تھی جب کہ وہاں سے بھنگڑے ڈالتے اور زنجیروں و تلواروں سے سروں اور پیٹھوں کو زخمی کرتے ہوئے جلوس گزر رہے تھے۔ یہ فکر انگیز گفتگو انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

''شیخ نے پوچھا: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے یہ خود ہی اپنی جانوں کو ان مصائب و آلام میں مبتلا کیے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: آپ سن نہیں رہے یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ ہائے حسینؓ ہائے حسینؓ تو پکار رہے ہیں جس کا مطلب واضح ہے کہ ماتمِ حسینؓ میں اپنی یہ حالت بنائے ہوئے ہیں۔ پھر شیخ نے نیا سوال کیا: کیا حسینؓ اس وقت قادرِ مطلق بادشاہ کے پاس پاک مقام میں نہیں ہیں؟ میں نے کہا: یقیناً وہیں ہیں۔ شیخ نے پھر پوچھا: کیا اس وقت حسینؓ اس جنت میں نہیں ہیں جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی طرح ہے وہ متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے؟ میں نے کہا: ہاں (بالکل اسی جنت میں ہیں) شیخ نے سوال کیا: کیا جنت میں بڑی بڑی آنکھوں والی تہ کیے ہوئے آبدار موتیوں کی طرح حوریں نہیں ہیں؟ میں نے کہا: ہیں۔ شیخ نے ٹھنڈی آہ بھری اور رنج و غم سے بھرپور لہجے میں کہا: صد افسوس ان بد دماغ جاہل لوگوں پر کہ یہ اس وقت امام مرحوم کی خاطر اپنی یہ حالت بنائے ہوئے ہیں جب کہ امام اسی لمحے جنت اور اس کی نعمتوں میں ہیں اور دائم نوجوان خدمت گزاران کے پاس آفتابے، آب خورے اور شرابِ ناب لے کر پھر رہے ہیں۔'' (صفحہ 179-178)

ڈاکٹر موسوی اصلاحِ احوال کی تحریک کی تاریخ یوں بیان کرتے ہیں: ''1352ھ میں جب شام کے سب سے بڑے شیعی عالم سید محسن امین عاملی نے ان جیسے اعمال کے حرام ہونے کا اعلان کیا اور اپنی رائے کے اظہار میں عدیم النظیر جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شیعہ سے مطالبہ کیا کہ وہ یہ طوفان برپا کرنے سے باز آجائیں تو انہیں علماء کی صفوں میں سے ہی بعض مذہب کے ٹھیکیداروں کی طرف سے بڑی زوردار مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور مذہب کے ان اجارہ داروں کے پیچھے حضرت علیؑ کے الفاظ میں ''کمینے، بے لگام اور بیوقوف'' لوگوں کی طاقت تھی اور قریب تھا کہ سید امین کے یہ اصلاحی اقدامات ناکامی سے دوچار ہوتے اگر ہمارے دادا مرحوم سید ابوالحسن (الموسوی الاصفہانی) شیعہ کے زعیمِ اعلیٰ کی حیثیت سے ان کے مؤقف کی تائید کرکے ان کی پشت پناہی نہ کرتے، جدِامجد نے ان اعمال کے خلاف سید امین کی رائے کے حق میں غیر مشروط تائیدی اعلان کیا اور اس کی حمایت میں فتویٰ جاری فرمایا۔

سید امین کی اصلاحی تحریک کے حق میں ہمارے دادا مرحوم کے تائیدی مؤقف کے بڑے دوررس اثرات ظاہر ہوئے اگرچہ سید ابوالحسن کے خلاف بھی کئی مجتہدین اور فقہاء نے آواز اٹھائی جیسا کہ اس سے قبل سید امین کا ان سے پالا پڑا تھا مگر سید ابوالحسن نے بالآخر اپنے ارفع واعلیٰ مقام ومرتبہ کی وجہ سے سب کو زیر کرلیا اور جمہور شیعہ نے اس بزرگ ترین رہنما کا فتویٰ تسلیم کرتے ہوئے اس کی اطاعت شروع کردی اور آہستہ آہستہ ان اعمالِ شنیعہ میں کمی واقع ہونے لگی اور یہ شیعیت کی سکرین سے غائب ہونے لگے لیکن اس کے آثار بالکل مٹنے نہ پائے تھے بلکہ کچھ کمزور سے مظاہر ابھی باقی تھے کہ جدِامجد رحمہ اللہ 1365ھ میں وفات پاگئے تو شیعیت کی نوخیز لیڈرشپ نے نئے سرے سے لوگوں کو ان اعمال کے لیے اکسانا شروع کردیا اور ان کے اثرات پھر سے شیعی دنیا میں رونما ہونے لگے لیکن وہ صورتحال دوبارہ نہیں آئی جو 1352ھ سے پہلے تھی۔ اور جب ایران میں اسلامی جمہوریت کا اعلان ہوا اور اقتدار پر ولایتِ فقیہ نے قبضہ کیا تو مذہبی سیاست کے حصے کی حیثیت سے ان اعمال کے احیاء کے لیے احکام صادر ہوئے اور تازہ دم اسلامی جمہوریہ نے پوری دنیا میں موجود شیعہ کو مالی اور اخلاقی مدد کرکے اس بدعت کے احیاء کے لیے برانگیختہ کیا جسے انگریزی استعمار نے دوسو برس قبل عالمِ اسلام کے شیعی علاقوں میں رواج دیا تھا۔ انگریز کا مقصد یہ تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کا یہ قبیح اور بدنما مظہر دنیا کے سامنے پیش کرکے عالمِ اسلام پر اپنے استعمار کا جواز حاصل کرسکے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔

اس وقت جب کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں صد افسوس کہ پاکستان، ایران، ہندوستان اور لبنان کے شہروں میں دس محرم کو ہر سال بڑے بڑے جلوسوں کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ بالکل اسی وحشیانہ صورت میں سڑکوں پر گشت کرتے ہیں جس کی ہم تصویر کشی کر چکے ہیں اور پھر اسی روز خوفناک جنون اور انسانی حماقت کی منہ بولتی تصویریں مشرق و مغرب کی ٹی وی سکرینوں پر دنیا کے سامنے پیش کی جاتی ہیں تا کہ اسلام اور مسلمانوں پر برے وقت کا انتظار کرنے والے دشمنانِ اسلام کی تقویت کا باعث بنیں۔'' (صفحہ 179-180)

ڈاکٹر موسوی نے نہ صرف ماتم کے آغاز اور اصلاحی تحریک کے حوالے سے معلومات فراہم کی ہیں بلکہ ''اصلاح'' کے عنوان کے تحت شیعہ حضرات کو کچھ نصیحتیں بھی کی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے: ''امامیہ شیعہ کے تعلیم یافتہ اور مہذب طبقہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ جاہل عوام کو ہر ممکن کوشش کر کے اس قسم کے کاموں سے روکیں جنہوں نے حضرت امام حسینؓ کی انقلابی تحریک کا چہرہ مسخ کر کے اس کی شکل بگاڑ دی ہے اور مبلغ اور واعظ حضرات پر تو اس سے بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ اس بارے میں واضح ترین کردار ادا کریں۔ یہاں میں پوری صراحت و وضاحت سے اس حقیقت کا اظہار کر دینا چاہتا ہوں کہ عاشورۂ محرم کو شہادتِ حسین کا مقصد و سبب اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ تھا جس کی تصویر آج شیعہ پیش کرتے ہیں۔ آپ نے ہرگز جامِ شہادت اس لیے نوش نہیں کیا تھا کہ لوگ ان کے غم میں روئیں، چہرے پیٹیں اور درماندہ مسکین کی سی صورت اختیار کریں بلکہ امامِ ممدوح تو ظلم و استبداد کے مقابلے میں شجاعت و بہادری، عزم بالجزم اور جان تک قربان کر دینے کا مؤثر ترین درس دینا چاہتے تھے چنانچہ (اگر ضروری بھی ہو تو) شہادتِ حسین کی یاد میں منعقدہ محفل امام کے مقام و مرتبہ کے شایانِ شان اور طوفانِ بدتمیزی، جہالت، بیک وقت مضحکہ خیز اور رُلا دینے والے اعمال سے ہٹ کر ہونی چاہیے۔ وہ ثقافتی اجتماعات کس قدر خوبصورت ہوں جن میں بلیغ خطبے اور قصائد پیش کیے جائیں جو راہِ حق میں جان دینے اور جہاد کرنے سے متعلق ہیں۔ اس طریقے سے تعمیری انداز میں حسینؓ کی یاد میں اپنی تربیت کرنی چاہیے تخریبی انداز اختیار کر کے اپنے کو ہلاک نہیں کرنا چاہیے۔ اور ہم پر یہ فرض ہے کہ حمایت و مدافعت کے میدان میں حسین کا حق ادا کریں نہ کہ مسئلے کا حلیہ بگاڑ کر موصوف کے ساتھ اہانت و بدسلوکی کے مرتکب ہوں۔ اگر ہم امامِ حسینؓ کے ساتھ محبت و نصرت کا جذبۂ صادق رکھتے ہیں تو ہمیں مذکورہ طریقۂ کار اختیار کرنا ہوگا۔'' (صفحہ 181)

چند دیگر مباحث

قارئینِ محترم! اگر چہ شیعہ ذاکر کے خطاب کا اصل موضوع ماتم تھا مگر اس نے کچھ دیگر موضوعات پر بھی مختصراً اظہارِ خیال کیا۔ ذیل کی سطور میں ان موضوعات پر بھی نہایت اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جارہی ہے:

☆ **کالا پرچم** ☆ مشکوٰۃ شریف صفحہ 338 عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کا عَلَم کالا تھا اس کا نام رایہ تھا۔ بخاری باب غزوۂ خیبر **لاعطین الرایة غدا** کل صبح میں کالا علم اسے دوں گا جو مردہو گا۔ وہ اللہ رسول سے محبت کرتا ہو گا اللہ رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ اللہ اس کے ہاتھ پر خیبر کے قلعہ کو فتح کرے گا۔ سنن نسائی میں ہے ساری رات صحابہ دعائیں کرتے رہے کہ صبح کالا علم ہمیں مل جائے۔ صحابہ کالا علم حاصل کرنے کے لیے رات بھر دعائیں کرتے رہے اور مولوی اسے دیکھنا نہیں چاہتا۔ معلوم ہوا کہ صحابی کا مذہب اور ہے مولوی کا اور۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ 568 میں لکھا ہے نبی پاک کی چادرِ تطہیر کا رنگ کالا تھا۔ ترمذی شریف 323 فتح مکہ کے موقع پر نبی پاک کے سر پر کالا عمامہ تھا۔

جواب: اہلِ سنت کی کتب سے کالے لباس کی روایات دکھانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ ہمارے نزدیک کالا لباس جائز ہے اِلّا یہ کہ کسی علاقے میں بدمذہبوں کا شعار ہو تو ان سے امتیاز کے لیے نہ پہنا جائے گا، شیعہ حضرات چونکہ محرم میں سوگ اور ماتم کی علامت کے طور پر کالا لباس پہنتے ہیں اس لیے ہم اس سے بچیں گے تاکہ **مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ** کا مصداق بننے سے بچ جائیں۔ شیعہ ذاکرین کو چاہیے کہ ہماری کتابوں سے کالے لباس دکھانے کی بجائے اپنی کتب کا مطالعہ کریں اور اپنے عوام کو صحیح بات بتائیں۔ مگر ان سے حق بیانی کی توقع کب کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ہم ہی قارئین کو شیعہ حضرات کی کتب سے کالے لباس کا مسئلہ نکال کر دکھا دیتے ہیں:

(۱) **عَنْ اَبِی عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ اُصَلِّیْ فِیْ قَلَنْسُوَةِ السَّوَادِ فَقَالَ لَا تُصَلِّ فِیْهَا فَاِنَّهَا لِبَاسُ اَهْلِ النَّارِ** (الفروع من الکافی: جلد 3 صفحہ 403: مطبوعہ ایران، من لا یحضرہ الفقیہ: جلد 1 صفحہ 163: مطبوعہ ایران، تہذیب الاحکام: جلد 2 صفحہ 213: مطبوعہ ایران) ”راوی کہتا

ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سیاہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اسے پہن کر نماز نہ پڑھنا، وہ دوزخیوں کا لباس ہے۔''

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ فِیْمَا عَلَّمَ اَصْحَابَہٗ لَا تَلْبَسُوْا السَّوَادَ فَاِنَّہٗ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ (علل الشرائع: صفحہ 347) ''ابو بصیر امام جعفر صادق سے وہ امام باقر سے وہ امام زین العابدین سے وہ امام حسین سے اور وہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو جو باتیں سکھائیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ سیاہ لباس نہ پہننا کیونکہ وہ فرعون کا لباس ہے۔''

(۳) کپڑے کا سب سے بہتر رنگ سفید ہے پھر زرد پھر سبز پھر ہلکا سرخ اور نیلا اور عدسی۔ گہرا سرخ پہننا مکروہ ہے خاص کر نماز میں۔ اور سیاہ رنگ کا کپڑا پہننا ہر حال میں سخت مکروہ ہے سوائے عمامہ اور موزہ اور عباء کے، مگر عمامہ اور عباء بھی اگر سیاہ نہ ہو تو بہتر ہے۔ (تہذیب الاسلام اردو ترجمہ حلیۃ المتقین لملا باقر مجلسی: مقبول احمد: صفحہ 19: مطبوعہ لاہور)

(۴) بسندِ معتبر جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ سیاہ کپڑے نہ پہنو کہ وہ لباس فرعون کا ہے۔ دوسری معتبر حدیث میں منقول ہے کہ کسی شخص نے حضرت صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میں کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھوں؟ حضرت نے فرمایا کہ کالی ٹوپی سے نماز نہ پڑھو کہ وہ اہلِ جہنم کا لباس ہے۔
(تہذیب الاسلام اردو ترجمہ حلیۃ المتقین لملا باقر مجلسی: مقبول احمد: صفحہ 20: مطبوعہ لاہور)

کذب نمبر 5 کے جواب میں ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی کی تفسیرِ قمی، ملا باقر مجلسی کی حیات القلوب، محمد بن یعقوب کلینی کی الفروع من الکافی اور مقبول احمد دہلوی کی تفسیر سے بھی کالے لباس کی ممانعت پر فرمانِ نبوی پیش کیا جا چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ شیعہ مسلک کے تحت تمام ائمہٴ اہلِ بیت کے نزدیک سیاہ لباس ناپسندیدہ ہے اور فرعونیوں اور جہنمیوں کا لباس ہے۔ اب شیعہ حضرات اس لباس سے پیار کر کے اور اسے اپنا شعار بنا کر اہلِ بیت کی مخالفت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کی ناپسندیدہ شے سے محبت کر کے ان کے دشمن اور گستاخ بن رہے ہیں۔

شیعہ مذہب کی مستند کتب میں کالے جھنڈے کی تفصیل بھی موجود ہے۔ اس سلسلے میں ان کے

اس مجتہدِ کبیر کا حوالہ دے رہا ہوں جس کے خوشہ چینوں میں ملا باقر مجلسی جیسے بڑے شیعہ شامل ہیں۔ میری مراد ہے رضی الدین ابوالقاسم علی بن موسیٰ بن جعفر المعروف ابنِ طاؤس (وفات 664ھ)۔ ابنِ طاؤس کی تصنیف **الملھوف علی قتل الطفوف** میں جھنڈوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خطبہ نقل کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

الا و انه سترد عليَّ يوم القيامة ثلاث رايات من هذه الامة: راية (الاولى) سوداء مظلمة قد فزعت لها الملائكة، فتقف علی، فاقول: من انتم؟ فينسون ذكرى و يقولون: نحن اهل التوحيد من العرب. فاقول لهم: انا احمد نبی العرب و العجم. فيقولون: نحن امتک يا احمد. فاقول لهم: كيف خلفتمونی من بعدی فی اهلی و عترتی و كتاب ربی؟ فيقولون: اما الكتاب فضيعناه، واما عترتک فحرصنا علی ان نبيدهم عن جديد الارض، فاولی وجهی عنهم، فيصدون ظماء عطاشا مسودة وجوههم. ثم ترد علی راية اخری اشد سوادا من الاولی، فاقول لهم: كيف خلفتمونی فی الثقلين الاكبر و الاصغر: كتاب ربی و عترتی؟ فيقولون: اما الاكبر فخالفنا، و اما الاصغر فخذلناهم ومزقناهم كل ممزق. فاقول: اليكم عنی، فيصدون ظماء عطاشا مسودة وجوههم. ثم ترد علی راية اخری تلمع نورا، فاقول لهم: من انتم؟ فيقولون: نحن اهل كلمة التوحيد و التقویٰ، نحن امة محمد صلی الله عليه و آله، و نحن بقية اهل الحق، حملنا كتاب ربنا فاحللنا حلاله و حرمنا حرامه، و احببنا ذرية نبينا محمد صلی اللّٰه عليه و آله، فنصرناهم فی كل ما نصرنا منه انفسنا، و قاتلنا معهم من ناواهم. فاقول لهم: ابشروا فانا نبيكم محمد، ولقد كنتم فی دار الدنيا كما وصفتم، ثم اسقيهم من حوضی، فيصدون مرويين مستبشرين، ثم يدخلون الجنة خالدين فيها ابد الآبدين (**الملھوف علی قتل الطفوف**: ابنِ طاؤس: صفحہ 96-94: مطبوعہ قم ایران) ''آگاہ رہو کہ قیامت کے دن میرے پاس اس امت میں سے تین جھنڈے آئیں گے: پہلا جھنڈا سخت سیاہ رنگ کا ہوگا جسے دیکھ کر فرشتے خوف کھائیں گے، اس جھنڈے والے لوگ میرے پاس کھڑے ہونگے۔ میں ان سے پوچھوں گا: تم کون ہو؟ وہ مجھے بھول چکے ہونگے اور کہیں گے: ہم اہلِ توحید ہیں عرب والے۔ میں ان

سے کہوں گا: میں عرب وعجم کا نبی احمد ہوں ۔ وہ کہیں گے: اے احمد! ہم آپ کے امتی ہیں ۔ پھر میں ان سے پوچھوں گا: میرے بعد تم نے میرے اہلِ بیت، میری عترت اور میرے رب کی کتاب کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ کہیں گے: کتاب کو ہم نے ضائع کر دیا اور آپ کی عترت کو ہم نے سطحِ زمین سے نیست و نابود کر دیا۔ میں ان سے اپنا چہرہ پھیر لوں گا اور وہ پیاس کی حالت میں کالے چہرے لیے ہوئے مجھ سے دور ہو جائیں گے ۔ پھر پہلے سے بھی زیادہ کالے رنگ کا پرچم میرے پاس آئے گا۔ میں ان سے کہوں گا: تم نے میرے بعد میری بڑی اور چھوٹی دو امانتوں یعنی میرے رب کی کتاب اور میری عترت کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہیں گے کہ قرآن کی ہم نے مخالفت کی اور آپ کے اہلِ بیت کو ہم نے رسوا کیا اور دل کھول کر ان کی عیب جوئی کی ۔ پس میں کہوں گا: مجھ سے دور ہو جاؤ، چنانچہ وہ پیاس کی حالت میں کالے چہروں کے ساتھ مجھ سے دور ہو جائیں گے ۔ پھر ایک جھنڈا آئے گا جس میں سے نور چھلکتا ہو گا۔ میں ان سے پوچھوں گا: تم کون ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہم کلمۂ توحید پڑھنے والے اہلِ تقویٰ ہیں ۔ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں اور ہم اہلِ حق میں سے باقی بچنے والے ہیں ۔ ہم نے اپنے رب کی کتاب کو اٹھایا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے پیار کیا اور ان کو اپنا سمجھ کر ان کی مدد کرنے میں کوتاہی نہ کی اور ان کے دشمنوں کے ساتھ ہم نے جنگ کی ۔ میں ان سے کہوں گا: تمہیں خوش خبری ہو کہ میں تمہارا نبی محمد ہوں اور تم دنیا میں ایسے ہی تھے جیسا کہ ابھی تم نے بیان کیا۔ پھر میں انہیں اپنے حوض سے پانی پلاؤں گا اور وہ روشن و خوشحال چہرے لیے ہوئے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔''

یہ روایت درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے:

☆ زندگانی ابا عبداللہ الحسین (فارسی ترجمہ وتلخیص الملھوف لابنِ طاؤس): محمد صحفی : صفحہ 9 اور 10: مطبوعہ چاپخانہ قم ایران

☆ جلاء العیون: ملا باقر مجلسی: جلد 2 صفحہ 360: مطبوعہ دار المرتضیٰ بیروت

☆ اردو ترجمہ جلاء العیون: عبدالحسین: جلد 2 صفحہ 145: مطبوعہ عباس بک ایجنسی لکھنؤ انڈیا

اس روایت کے مطابق کالے جھنڈے والے قرآن اور اہلِ بیت کے گستاخ قرار پائے جو قیامت کے دن کالے منحوس چہرے لیے شدید پیاس کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے

مایوس لوٹیں گے۔اس دن جن کو حوضِ کوثر سے سیراب کیا جائے گا اور وہ نورانی چہروں کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے ان کے جھنڈے سے نور جھلملا تا ہو گا اور کون نہیں جانتا کہ نورانیت اور سبز رنگ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی کی آنکھوں کا آپریشن ہوتا ہے تو آنکھوں کے نور کو قائم رکھنے اور بہتر بنانے کے لیے آنکھ پر سبز رنگ کی پٹی باندھی جاتی ہے یا سبز شیشے والی عینک استعمال کی جاتی ہے۔شیعہ اکابرین نے شاید کسی حکمت کے تحت تیسرے جھنڈے کا رنگ بتانا مناسب نہ سمجھا مگر اس جھنڈے کے لیے انہوں نے **تلمع نورا** کے الفاظ منتخب کر کے ہمارا کام آسان کر دیا ہے اور سبز پرچم کا واضح اشارہ دے دیا ہے۔

☆ذوالجناح☆

ایک عدد گھوڑے کا وجود ماتمی جلوسوں کا رکنِ اعظم ہے۔شیعہ حضرات اس گھوڑے کو اس طرح چوم چاٹ رہے ہوتے ہیں جیسے وہ شعائر اللہ میں داخل ہو۔ کہتے ہیں کہ یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس گھوڑے کی شبیہ ہے جس کا نام ذوالجناح تھا اور جس پر سوار ہو کر آپ کربلا گئے اور یزیدیوں کے ساتھ جنگ بھی اسی پر بیٹھ کر کی۔وکیلِ شیعہ نے بھی اپنے خطاب میں گھوڑا نکالنے کا مسئلہ بڑے شدومد کے ساتھ بیان کیا اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس معاملہ کو بھی عوام کے سامنے واضح کر دیا جائے۔

قارئینِ محترم! جو جیتا جاگتا گھوڑا شیعہ حضرات جلوس میں لاتے ہیں اسے کسی دوسرے گھوڑے کی شبیہ کیونکر قرار دے سکتے ہیں حالانکہ اس کا اپنا ایک مستقل وجود ہے۔اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات کی مستند کتب سے ثابت ہے کہ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ سفر گھوڑے پر نہیں بلکہ اونٹنی پر کیا تھا۔میدانِ کربلا میں بھی امامِ عالی مقام کی سواری اونٹنی ہی تھی۔ملاحظہ کیجیے حوالہ جات:

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ سے اونٹنی پر سفر کا آغاز کیا:

(ا) **فلما كان وقت السحر عزم على المسير الى العراق فاخذ محمد بن الحنفية زمام ناقته و قال يا اخى ما سبب ذلك انك عجلت** (ذبحِ عظیم: خان بہادر اولادِ حیدر فوق بلگرامی: صفحہ 165: مطبوعہ لاہور) ''پس جب صبح ہوئی تو امامِ عالی مقام نے سفرِ عراق کا مصمم ارادہ کر لیا، یہ خبر پا کر محمد بن حنفیہ آئے اور آپ کے ناقہ (اونٹنی) کی مہار پکڑ لی اور عرض کی اے بھائی اتنی عجلت فرمانے کی

کیاوجہ ہے؟''

(۲) فلما كان السحر ارتحل الحسين عليه السلام فبلغ ذلك ابن الحنفية فاتاه فاخذ بزمام ناقته و قد ركبها فقال يا اخى الم تعدنى النظر فيما سالتك؟ قال بلى. قال فما حداك على الخروج عاجلا؟ (جلاء العیون: ملاباقر مجلسی: جلد 2 صفحہ 421: مطبوعہ دار المرتضیٰ بیروت) ''جب صبح ہوئی حضرت نے حکم دیا اونٹوں پر اسباب بار کریں، جب یہ خبر محمد بن حنفیہ کو پہنچی بیتابانہ آئے اور مہارِ ناقۂ برادرِ بزرگوار سے لپٹ گئے اور کہا اے برادر آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں اس مقدمہ میں فکر کروں گا اس قدر کیوں جلدی آپ متوجہ سفر ہو گئے؟'' (اردو ترجمہ جلاء العیون :عبدالحسین :صفحہ 2 صفحہ 207: مطبوعہ عباس بک ایجنسی لکھنؤ انڈیا)

☆ <u>امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو راستہ بتانے والے کے کلام سے اونٹنی کا ثبوت:</u>

(۱) ''پس آپ نے غیر معروف راستہ اختیار کیا طرماح بن عدی طائی نے کہا میں آپ کا رہنما ہوں اور یہ رجز پڑھا:

يا ناقتى لا تجزعى من زجرى وامض بنا قبل طلوع الفجر
بخير فتيان و خير سفر آل رسول اللّٰه اهل الخير
السادة البيض الوجوه الزهر الطاعنين بالرماح السمر
الضاربين بالسيوف البتر

اے میرے ناقے میرے جھڑکنے سے گھبرا مت، اور قبل طلوعِ سحر ہمارے ساتھ چل، بہترین جوانوں کے ساتھ اور بہترین سفر کے لیے، جو اہلِ خیر اور آلِ رسول ہیں، روشن دل اور روشن چہرے والے ہیں، گندمی نیزوں کے مارنے والے ہیں، اور تیز تلواروں کے چلانے والے ہیں۔'' (مناقب ابنِ شہر آشوب: اردو ترجمہ بعنوان مجمع الفضائل از ظفر حسن امروہوی: جلد 5 صفحہ 104: مطبوعہ کراچی)

(۲) ''حُر یہ اشعار سن کر ذرا فاصلے سے ہو کر چلنے لگا۔ یہاں تک کہ عذیب الھجابات کی منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں پر چار نفر اطرافِ کوفہ سے خدمتِ امام میں آئے۔ ان کے نام نافع ابنِ ہلال مرادی، عمرو صیداوی، سعید بن ابوذر غفاری اور عبیداللہ مذحجی بیان کیے گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر طرماح نے جو امام حسین

علیہ السلام کا شتربان تھا امام کے اونٹ کی باگ تھامی اور یہ اشعار پڑھے۔۔۔'' (مقتل ابی مخنف لوط بن یحییٰ: اردو ترجمہ تبشر الرضا کاظمی: صفحہ 58: مطبوعہ اسلام آباد)

☆ **مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ امامِ عالی مقام کا قافلہ اونٹوں پر کربلا پہنچے گا:**

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کربلا پہنچے تو فرمایا کہ میرے والدِ گرامی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صفین جاتے ہوئے جب یہاں سے گزرے تو میں آپ کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا تھا:

ھھنا محط رکابھم و ھھنا مھراق دمائھم (الاخبار الطوال: احمد بن داؤد الدینوری: صفحہ 353: مطبوعہ بیروت) ''یہ جگہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے کی ہے اور یہ جگہ ان کے خون سے لت پت ہوگی۔''

☆ **امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کربلا پہنچے تو آپ کی سواری اونٹ تھی:**

''آگے بڑھے تو کربلا میں پہنچے دوسری محرم روز جمعرات ۶۱ھ کو، حضرت نے فرمایا بس سفر ہمارا تمام ہوا، یہ مقام کرب و بلا ہے، یہ ہماری سواریوں کی اترنے کی جگہ ہے، یہ ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے، یہ ہمارے مردوں کے قتل ہونے کی جگہ ہے، یہ ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے۔'' (مناقب ابنِ شہر آشوب: اردو ترجمہ بعنوان مجمع الفضائل از ظفر حسن امروہوی: جلد 5 صفحہ 104: مطبوعہ کراچی)

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ منسوب ذوالجناح فقط ایک خیالی تصور اور جھوٹی کہانی ہے۔ اس موقع پر صاحبِ تصانیفِ کثیرہ محسنِ اہلِ سنت سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

''گھوڑے سے خطاب'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

اج گھوڑیا تیریاں ٹوراں نیں　　　کل ٹانگے اگّے دوڑاں نیں
کل توں نہیں رہنا ذوالجناح　　　لَا اِلٰــــہَ اِلَّا اللّٰــــہ

اج خدمت خوب کرا لے توں　　اج چنگا چوکھا کھا لے توں
کل اوہو اڈّہ اوہو ای گھا　　لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہ

اج تیرے تے چادر پائی نیں　　تری چُم چُم شان ودھائی نیں
کل ننگے پنڈے چھانٹے کھا　　لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہ

(جبلِ نور: علامہ ابوالنور محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ: صفحہ 173: فرید بک سٹال لاہور)

''رافضی سے خطاب'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

اج مَن لے توں بشیر دی گل　　توں امام حسین دے راہ تے چل
اوہ راہ ای راہِ صبر و رضا　　لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہ

ساڈا کم تینوں سمجھانا ایں　　جے مَن لویں تے سیانا ایں
جے ناں منّیں تے کھسماں نوں کھا　　لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہ

(جبلِ نور: علامہ ابوالنور محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ: صفحہ 174: فرید بک سٹال لاہور)

اہم وضاحتی نوٹ

اس مضمون میں متعدد مقامات پر شیعہ حضرات کی عبارات میں غیرِ انبیاء کے اسماء کے ساتھ ''علیہ السلام'' یا ''علیہ الصلاۃ والسلام'' کے الفاظ نظر آتے ہیں۔ ہم اہلِ سنت کے نزدیک یہ الفاظ انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کے اسماء کے ساتھ مخصوص ہیں اور غیرِ انبیاء و ملائکہ کے لیے ان کا بالاستقلال استعمال مکروہِ تحریمی ہے۔ دراصل شیعوں نے ائمۂ اہلِ بیت کو سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے برابر درجہ دے رکھا ہے اس لیے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص الفاظ ائمہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک کسی غیرِ نبی کو نبی کے برابر ماننا کفر ہے۔

شیعہ حضرات کی جو عبارات ہم نے شاملِ مضمون کی ہیں ان میں بعض مقامات پر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے ؐ، رضی اللہ عنہ کی بجائے ؓ اور علیہ السلام کی بجائے ؑ کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہم اہلِ سنت و جماعت کے مذہب میں ان رموز کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ درود و سلام اور ترضی و ترحم کے الفاظ مکمل لکھنا لازم ہے۔

بعض مقامات پر شیعوں نے ''صلی اللہ علیہ وآلہ'' کے الفاظ پر ہی اکتفاء ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بھی مناسب نہیں۔ فرمانِ خداوندی صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے تحت صلاۃ اور سلام کو اکٹھا لکھنا چاہیے یعنی ''صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

اہلِ سنت کے لیے عظیم خوشخبری

نبیرۂ اعلیٰ حضرت

قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی

ہر اتوار کی شام انٹرنیٹ پر عوام الناس کے سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔

تعلیماتِ اسلام سے آگاہی اور فکرِ رضا سے آشنائی کے لیے

www.jamiaturraza.com/live

وزٹ کیجئے

اور

اپنے سوالات اس ایڈریس پر بھیجئے

asjadrazakhan@gmail.com

مجاہدِ اہلِ سنت علامہ قاری محمد یٰسین چوہان رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے اہلِ سنت کے ایمان افروز خطابات سے مستفید ہونے اور غیر پیشہ ور نعت خوان حضرات کی پڑھی ہوئی نعتیں سننے کے لیے دیکھتے رہیے۔

www.youtube.com/fikrerazapakistan

مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کی تعلیمات سے آشنائی کے لیے درج ذیل لنک پر موجود علمائے اہلِ سنت کی قلمی نگارشات کا مطالعہ کیجئے۔

www.archive.org/details/@fikr_e_raza _pakistan

مجاہدِ اہلِ سنت پبلی کیشنز گوجرخان

0312 5055259